ماھنامہ
انوارمدینہ

جلد : ۱۳	ربیع الاول ۱۴۲۶ھ ۔ اپریل ۲۰۰۵ء	شمارہ : ۴

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلٰی	نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳روپے............سالانہ ۱۵۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی....سالانہ ۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش.................سالانہ ۶ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ.......................سالانہ ۱۶ڈالر
برطانیہ..............................سالانہ ۲۰ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس
E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311
خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310
فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662
رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702
موبائل : 092- 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا
کمپیوٹر کمپوزنگ وتزئین : محمد صفدر خوشنویس و ڈاکٹر محمد امجد

اس شمارے میں

حرف آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۵
قرآن کا پیغام.............امن عالم	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۱۲
علم کے چار معیار	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۲۰
حضور ﷺ کی سیرت وصورت	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۲۴
وہ تنہا تھے لیکن ہزاروں میں چمکے	حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری	۳۲
با اَدب بانصیب	حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب	۳۵
کلامِ الٰہی میں دُعا کی اہمیت وتاکید	حضرت مولانا مفتی محمد اِرشاد صاحب القاسمی	۴۰
مسئلہ توسل پر اعتراض	حافظ مجیب الرحمٰن صاحب اکبری	۴۳
ایک اور قادیانی سکینڈل	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	۴۷
گر شہادت ہو مطلوب تو......	محترمہ اُمِ عماد صاحبہ	۵۱
دینی مسائل		۵۵
تنقید وتقریظ		۵۸
اخبار الجامعہ		۶۳

آپ کی مدتِ خریداری ماہ ....ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ..................روپے جلد اِرسال فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سید محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہِ الکریم امابعد !

۲۰؍ مارچ کے اخبارات میں یہ خبر نمایاں طور پر شائع ہوئی کہ نیویارک امریکہ میں ایک خاتون پروفیسر آمنہ ودود کی امامت میں مردوں اور عورتوں نے مشترکہ طور پر نماز جمعہ ادا کی۔ یہ خبر بھی سامنے آئی ہے کہ یہ نام نہاد جمعہ ایک چرچ میں ادا کیا گیا اور پروفیسر آمنہ کو رُسوائے زمانہ سلمان رُشدی کی رشتہ دار خاتون نے اِس بے بنیاد حرکت پر آمادہ کیا۔

قرآن پاک اور احادیث کے ذخیرہ میں نمازِ جمعہ کے احکام کو بہت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، کتبِ فقہ میں اس کی مکمل تفصیلات موجود ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا :

" لا تؤم المرأۃ " عورت امامت نہ کرائے

(المدونۃ الکبرٰی للامام المالک ، بحوالہ اعلاء السنن ج۴ ص۲۲۱)

نیز حضرت ابومَعمر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا :

" اَخِّرُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ "(مسند عبد الرزاق)

عورتوں کو پیچھے رکھو کیونکہ اِن کو اللہ نے پیچھے رکھا ہے

ان احادیث کے تحت عورت کے لیے بالاتفاق یہ جائز نہیں کہ وہ مردوں سے آگے کھڑی ہو، کجا یہ کہ وہ مردوں کی امام بنے، اِس پر اُمت کا اجماع ہے۔

اس موقع پر نہ صرف عام مسلمانوں بلکہ مسلم حکمرانوں کا یہ شرعی فریضہ ہے کہ اِس قبیح حرکت کے مرتکب مردوزن کے خلاف حسبِ استطاعت تادیبی کارروائی عمل میں لائیں تاکہ آئندہ کسی بدبخت کو ایسی حرکت کی جرأت نہ ہو سکے۔ بصورتِ دیگر مسلمانوں بالخصوص مسلم حکمرانوں سے قیامت کے روز اِس برائی کو نہ روکنے پر باز پُرس ہو سکتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب زمین پر کوئی برا کام کیا جائے تو جو شخص وہاں موجود ہوگا اور اُس کو برا جانے گا تو وہ اُس شخص کی مانند ہوگا جو وہاں نہیں ہوگا (لہٰذا یہ گناہ میں شریک نہ ہوگا) اور جو شخص وہاں موجود نہیں ہوگا مگر اُس (برائی) پر خوش ہوگا تو وہ اُس شخص کی مانند ہوگا جو وہاں موجود ہوگا (اور گناہ میں شریک ہوگا)۔ (مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۴۳۶)

ایک دوسری روایت میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو آدمی کسی قوم میں برائی کا اِرتکاب کرے اور وہ قوم اُس کو اس برائی کے ارتکاب سے روکنے کی طاقت رکھنے کے باوجود نہ روکے تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر موت سے پہلے ہی اپنا عقاب نازل فرمائیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۴۳۷)

لہٰذا اُمت پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ہر سطح پر اِس بدعت کی مذمت کرے اور اس کو یکسر مسترد کر دے۔

وماعلینا الاالبلاغ المبین .

مولای صل وسلم دائما ابدا — درس حدیث — علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے بارے میں اہلِ سنت والجماعت کا مسلک
کبھی کسی صحابی نے نبی علیہ السلام کی طرف غلط بات منسوب نہیں کی
دارالخلافہ کی مدینہ منورہ سے منتقلی، شام کی فضیلت ہمیشہ کے لیے ہے، عرب کے چار داناء

تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۴۶ سائیڈ اے (۸۵-۴-۱۹)

الحمد لله رب العالمين والصلٰوة والسلام على خير خلقه سيّدنا ومولانا محمد وآله واصحابه اجمعين امابعد !

حضرت آقائے نامدار ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے بارے میں اہلِ سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ سب ہی کی تعظیم کی جائے۔ جو صحابہ کرامؓ میں آپس میں نزاعات ہوئے جھگڑے ہوئے اُن کی وجہ سے کسی صحابی کی توہین جائز نہیں ہے۔ اس میں یہ ہی کہا جائے گا کہ وہ جانیں اور اللہ تعالیٰ جانیں۔

کسی صحابی نے نبی علیہ السلام کی طرف کبھی غلط بات منسوب نہیں کی۔

اور ایک بات جو تجربات سے ثابت ہے اور ہمیشہ اُسے جانچا جاتا رہا ہے اس کے بعد اسے تسلیم کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک صحابی نے بھی کبھی جناب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں غلط بات نہیں نقل کی۔ تو اِس واسطے صحابہ کرام کی بات جو وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتلادیں وہ سب کی سب حدیث شمار ہوتی ہیں اور اِس میں کسی صحابی پر تنقید نہیں کی جاسکتی۔

مثال سے وضاحت :

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما تھے، وہ فرما رہے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ یہ فضیلت کی چیزیں ''شام'' میں ہوں گی، وہ بتلائیں اور پھر فرمایا کہ یہ مالک ابن یخامرؒ بیٹھے ہیں یہ یہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ کہ جو غالب رہیں گے باطل پر، یہ شام میں ہوں گے'' **وھم بالشام**'' یہ کہہ رہے ہیں یعنی میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے جتنا سُنا وہ تو یہ ہے، اور یہ بیٹھے ہیں یہ یہ کہہ رہے ہیں کہ انھوں نے یہ بھی سُنا ہے کہ وہ لوگ شام میں ہوں گے۔

''شام'' کے فضائل :

تو شام کی فضیلتیں تو آئی ہیں کہ مَنَابِرَمِنْ نُوْرٍ نور کے منابر یعنی منبر ادھر منتقل کیے گئے۔ ایک یہ بھی آتا ہے کہ چالیس ابدال ہوں گے وہاں رہیں گے شام میں، تو اہلُ اللہ کی ایک جماعت شام میں ہمیشہ ہی رہتی رہی ہے بلکہ وہ علمی مرکز بھی رہا ہے۔ ایک مقام ہے جہاں سے انھوں نے جو آج کل ہیں حافظ الاسد (سابق صدر شام) یہ شیعہ ہے، اُس خدا کے بندے نے وہاں ''حُمَا'' کو خوب برباد کیا ہے وہاں سے لوگوں کو نکال دیا ہے، علماء کو نکال دیا ہے وہ خلاف تھے اِن کے۔ بہرحال وہ لوگ بیچارے اِدھر اُدھر آئے ہوئے ہیں کچھ عراق میں ہیں کچھ سعودی عرب میں، کچھ سرحد پر ہیں سعودی عرب کی، وہ وہاں پڑے ہوئے ہیں آ کر تو ''حُمَا'' ایک علمی مقام رہا ہے وہاں پر۔ دمشق میں ''کتب خانہ ظاہر یہ'' ہے وہ بہت بڑا کتب خانہ ہے اور وہاں اہلُ اللہ ایسے کہ جن کے چہرہ تک سے آثارِ خشوع وخضوع ظاہر ہوتے ہیں، رہتے بھی تھے اور ہیں بھی، اب بھی ہیں باوجود اس کے کہ وہاں شیعہ حکومت ہے لیکن ایسے اہلُ اللہ موجود ہیں۔ تو شام کے علاقہ کی فضیلت جو آئی ہے تو اُس کے آثار نمایاں طور پر محسوس کیے جاتے ہیں، پائے جاتے ہیں وہاں پر۔

دارُالخلافہ کی مدینہ منورہ سے منتقلی :

آپ کو معلوم ہے کہ مدینہ منورہ میں تو خلافت رہی ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور تک۔ اُن کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ دارالخلافہ نہیں رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگی اعتبار سے کوفہ کو منتخب کیا۔ پہلے سے وہ چھاؤنی تھا بہت بڑی، اس کو منتخب کیا انھوں نے جنگی نقطہ نظر سے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں تھے پہلے

ہی سے۔ جب ان کا دورِ خلافت آیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح ہوگئی تو بھی وہ مدینہ شریف نہیں آئے۔ انھوں نے دارالخلافہ اپنا دمشق میں رکھا شام میں رکھا، اُن کا دور ختم ہوگیا جو صرف ایک صدی رہا یا اِس سے بھی کم، ایک صدی سے بھی کم بنواُمیّہ کا دور رہا۔ اس درمیان میں بنواُمیّہ کی پوری دُنیا سے حکومت ختم بھی ہوگئی تھی، یزید کے انتقال کے بعد پوری دُنیا سے ان کی حکومت ختم ہوگئی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت ہوگئی ہر جگہ، حتی کہ شام میں بھی اور بنواُمیّہ صرف فلسطین میں رہ گئے۔ پھر یہ دوبارہ بڑھے ہیں اور عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف نے دوبارہ حکومت قائم کی ہے، وہ ۷۰ھ کے قریب جا کر قائم کی ہے اور دوسری صدی کے ربع اوّل میں ہی انھیں زوال ہوگیا اور اِن کی جگہ پھر بنوعباس آنے شروع ہوگئے، تو یہ تقریباً سو سال سے بھی کم عرصہ بنتا ہے جو بنواُمیّہ کا دورِ حکومت رہا ہے۔ جب بنوعباس آئے تو اُنھوں نے دارالخلافہ کوفہ تو نہیں بنایا البتہ عراق ہی کا ایک اور شہر ایک اور علاقہ پسند کر کے وہاں بنالیا یعنی بغداد کو انھوں نے دارالخلافہ بنایا۔ وہ مُدتوں چلتا رہا گویا مدینہ منورہ میں پھر خلافت یا جسے کہا جائے دارالخلافہ مدینہ منورہ کو بنایا جائے ایسا کبھی نہیں ہوا، اُس دور کے بعد سے اب تک بھی نہیں ہوا، آج کل بھی ریاض ہے۔ اُن کے زمانے کے بعد جو لمبا دور اور گزرا ہے وہ سلطنتِ عثمانیہ ترکیہ کا گزرا ہے، وہ ترکی میں تھا دارالخلافہ۔

تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو صحابی اُن کے قریب بیٹھے تھے انھوں نے بتایا کہ یہ یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ شام میں ہیں، تو شام میں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت اگر مراد لی جائے تو وہ تو بہت تھوڑے دنوں کے لیے تھی اور اُن کی وفات کے بعد پھر یزید کی حکومت جب ہوئی تو حکومت ہی ختم ہوگئی تھی پھر دوبارہ مروان نے چھ مہینے حکومت کی ہے شام اور مصر پر۔ اس کے بعد اُس کا انتقال ہوگیا تھا تو بیٹا عبدالملک آگیا، عبدالملک بن مروان نے دوبارہ حکومت قائم کی ہے اپنی۔ یہ سلسلہ اُن کا چلتا رہا اس طریقہ پر حتی کہ یہ بنوعباس آئے اور بنواُمیّہ بالکل ختم ہوگئے۔

''شام'' کی فضیلت ہمیشہ کے لیے ہے :

تو شام کی فضیلت جو ہے وہ موقوف نہیں ہے حضرت معاویہؓ یا بنواُمیہ کی حکومت پر، بلکہ وہ فضیلت ایسی ہے کہ وہ آج بھی چل رہی ہے اور آج وہاں حکومت شیعہ کی ہے باطنی فرقہ کا شیعہ ہے لیکن وہ برکات قائم ہیں وہاں اور اس طرح کے لوگ جو اہلُ اللہ ہوں وہ پائے جاتے ہیں وہاں پر۔

حضرت معاویہؓ کے لیے نبی علیہ السلام کی دعا :

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آقائے نامدار ﷺ نے ایک دُعا دی اور وہ جو دُعا اُن کے لیے فرمائی اُس کے کلمات یہ ہیں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَّاهْدِ بِهٖ اللہ تعالیٰ تو اِن کو هَادِیْ بنا ہدایت دینے والا، مَهْدِیْ ہدایت پر قائم رہنے والا، وَاهْدِ بِهٖ اور ان کے ذریعے سے ہدایت دے بھی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی ہدایت دے رہا ہو لیکن پھیل نہ رہی ہو ہدایت، آگے ثمرات مرتب نہ ہو رہے ہوں اس کے۔ وہ تو کام کر رہا ہے، ہدایت کی تلقین کر رہا ہے، وعظ کہہ رہا ہے لیکن آگے ماننے والے نہیں مانتے یہ بات بھی نہ ہو، بلکہ وَاهْدِ بِهٖ ان کے ذریعے سے اُن لوگوں کو ہدایت بھی دے۔

حضرت عمروؓ بن عاص کی شخصیت اور عرب کے چار داناء :

اسی طرح سے دوسری شخصیت ہے حضرت عمروؓ بن العاص کی جو نہایت ہوشیار لوگوں میں ہیں، اپنے دور میں یہ بڑے بڑے حضرات شمار ہوئے ہیں اِن کو کہا جاتا تھا دُهَاةِ عَرَبْ یعنی عرب کے نہایت اہم لوگ۔ نہایت اہم لوگوں میں ایک حضرت عمرو بن العاص، ایک حضرت قیس بن عبادہ، ایک مغیرہ بن شعبہ، ایک حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) یہ چار آدمی جو ہیں یہ اپنے دور میں پورے عرب سارے عربوں میں سب سے زیادہ ذہین کامیاب تدبیر کرنے والے حضرات شمار ہوئے ہیں۔ تو آقائے نامدار ﷺ نے حضرت عمروؓ بن العاص کے بارے میں فرمایا ہے اَسْلَمَ النَّاسُ وَاٰمَنَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ لوگوں نے تو اسلام قبول کیا ہے اور عمروؓ بن العاص نے ایمان قبول کیا ہے۔ اَسْلَمَ کا مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ اس وجہ سے اسلام میں داخل ہو گئے کہ جان اور مال کا تحفظ ہے اور جانی اور مالی نفع ہے۔ یہ بھی اسلام کے معنی میں داخل ہے لیکن حضرت عمروؓ بن العاص کا جو ایمان ہے وہ اس طرح کا نہیں بلکہ وہ تو پختگی کے ساتھ ہے، خوف سے اور کسی بھی قسم کے لالچ سے وہ ہٹا ہوا ہے۔

حضرت عمروؓ بن العاص کے حبشہ جانے کی وجہ :

تو اس میں واقعہ اُن کا آتا ہے کہ وہ گئے تھے اصل میں حبشہ کے بادشاہ کے پاس اور اس لیے تحائف بھی لے گئے تھے بہت سارے کہ مکہ والوں نے انھیں نمائندہ بنا کر بھیجا تھا کہ یہ لوگ جو مسلمان ہو کر چلے گئے ہیں حبشہ میں اُن کو واپس لاؤ۔ وہاں جا کر یہ چین سے ہو گئے اور تبلیغ بھی کر رہے ہیں تو ان کو واپس لاؤ یہ اُن کی شرارت

تھی کہ دنیا میں کسی بھی جگہ چین سے نہ رہنے دیں مسلمانوں کو۔ اگر یہ پتا چل جائے مسلمانوں کو اور اُن لوگوں کو جو اسلام قبول کر رہے ہیں کہ ہم دُنیا میں چین سے کہیں رہ سکتے ہیں تو پھر لوگ مسلمان ہوتے چلے جائیں گے اور وہاں پہنچتے رہیں گے اور ایک طاقت بن جائے گی اُن کی، تو مکہ والوں نے یہ تجویز کی کہ کچھ تحائف ہدایا بادشاہ وزیروں اور دوسرے درباریوں کے لائق مہیا کرو چنانچہ آپس میں انھوں نے یہ طے کر کے روپیہ اکٹھا کر کے ایسے تحائف مہیا کیے۔ انہوں نے وہاں پہلے تقرب حاصل کیا وزیروں سے پھر وزیروں کے ذریعے بادشاہ سے ملاقات ہوگئی بادشاہ کو تحائف پیش کیے۔ ایک دن بادشاہ کو بہت خوش دیکھا تو پھر انھوں نے سجدہ کیا بادشاہ کو بہت لمبا۔ بادشاہ نے پوچھا کیا بات ہے؟ کیا چاہتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ لوگ جو ہمارے یہاں سے آگئے ہیں ان کو آپ واپس بھیج دیں۔ تو اِن کی مخالفت پہلے بھی ہو چکی تھی کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نہیں مانتے، خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ تو یہ شکایت کی۔

حبشہ کے بادشاہ سے حضرت جعفرؓ کی گفتگو :

بادشاہ نے بلوایا، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی اور جو کچھ اسلام نے بتلایا ہے کہ حضرت مریم علیہ السلام صدیقہ تھیں، اللہ کی مقرب بندی تھیں، اللہ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور وہ خود خدا کے بیٹے نہیں، اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ تو یہ انھوں نے آیت پڑھ دی سورۂ مریم کی آیت اور اس کا ترجمہ اور ترجمان کے ذریعے سے اُس تک بات پہنچی۔

بادشاہ کا ردِ عمل :

اُس نے کہا یہ بالکل ٹھیک ہے۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے صحیح مذہب جو ہمارا ہے وہ یہی بتاتا ہے اور پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کو وزیروں نے کہا کہ تو کیوں مسلمان ہوا ہے؟ اُس نے وزیروں سے کہا کہ تم نے مجھے بادشاہ تھوڑا ہی بنایا ہے، وہ تو خدا نے مجھے بنایا ہے بادشاہ، تم تو مجھے بیچ آئے تھے۔

بادشاہ کا عجیب قصہ :

تو ہوا یہ تھا کہ یہ اپنے باپ کا اکلوتا لڑکا تھا اور اِس کے گیارہ چچازاد بھائی تھے تو لوگوں نے جب اس کے والد کا انتقال ہوا تو اس کے چچا کو حاکم بنا دیا، اِس کو نہ بنایا۔ اور اس خیال سے کہ اس کے گیارہ لڑکے ہیں آگے کو

نسل چلتی رہے گی۔ یہ اکیلا ہے باپ کا، اس کی آگے کو نسل نہیں چلے گی۔ وہی شاہی خاندان والا سلسلہ جو ہوتا ہے اور آج بھی ہے، یہ نہیں کہ پہلے تھا، ہے اب بھی، مگر اب ذرا بے جان جیسے ہوگیا مگر جہاں ہے وہاں ہے۔ برطانیہ میں ہے وہ اتنا ترقی یافتہ ملک رہا ہے کہ سورج نہیں ڈوبتا تھا اُس کی سلطنت میں، وہاں یہ سلسلہ ہے، جاپان میں ہے اور دیگر جگہوں پر ہے۔ تو اس میں یہ صورت ہوئی کہ اُس کو انھوں نے یہ سوچا کہ اس کو کسی طرح ہٹا دیا جائے، چچا اُس کا جو تھا وہ ہوگیا حاکم لیکن خدا کی قدرت وہ گیارہ کے گیارہ لڑکے نالائق اور یہ پھر لائق اور چچا کو بیٹے سے زیادہ اِس سے محبت ہوگئی تو انھوں نے (یعنی درباریوں نے) یہ سوچا کہ جب مرے گا چچا تو بیٹوں کے بجائے اسے بنادے گا۔ لہٰذا اِس کو تم یہ کرو کہ پکڑ کے اغوا کر کے بیچ دو، تو عرب کی طرف سے اور ملکوں سے جاتے تھے وہاں سے خریدنے کے لیے آدمیوں کو اور غلام بنا کر لے آتے تھے تو اس کو اغوا کیا اراکینِ دولت نے سلطنت کے وزراء نے، اور لے گئے اور لے جا کر بیچ دیا۔ جب اِسے بیچ دیا تو اُدھر بادشاہ پر بجلی گری اور اُس کا انتقال ہوگیا۔ اب فوراً کون آدمی ایسا ہوسکتا تھا کہ جسے بادشاہت کے لیے بیٹھا دیا جائے اور وہ سنبھال لے۔ وہ سوائے اس کے کوئی اور آدمی تھا ہی نہیں، چنانچہ فوراً دوڑائے لوگ حالانکہ اس کو بیچ چکے تھے اور پکڑا سپاہیوں نے اور لے آئے اور لا کر حکومت پر بیٹھا دیا، مجبور ہوئے وہ لوگ۔ پھر وہ آدمی آیا اور اس نے آکر کہا کہ جناب آپ تو بادشاہ ہیں مجھے اپنی قیمت تو دے دیجئے جتنے میں میں نے آپ کو خریدا تھا، پھر اس نے اپنی قیمت دی ہے اُس کو۔

تو وہ کہتا ہے کہ تم نے مجھے بادشاہ نہیں بنایا، بادشاہ تو مجھے خدا نے بنایا ہے، تم تو مجھے بیچ آئے تھے۔ پھر بہرحال بادشاہ رہا یہ، اور کوئی نقصان اِسے نہیں پہنچا۔ اسلام پر پختہ طرح قائم رہا جب اس کی وفات ہوئی ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ کو جبرئیل علیہ السلام نے اطلاع دی تھی اور آپ نے اِن کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ ان کا نام تھا اَصْحَمَۃْ اور نجاشی حبشہ کے ہر بادشاہ کو کہتے ہیں، تو اب اِن کو زیارت تو نہیں ہوئی رسول اللہ ﷺ کی یہ تو جعفر طیارؓ اور اُس وفد کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔

حضرت عمروؓ بن العاص کا اسلام لانا :

تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات کی تو پھر بادشاہ کو غصہ آیا اور بادشاہ نے اپنے منہ پر چپت مارا بہت زور سے، تو بادشاہ کی ایسی زبردست حرکت سے تو وہ سارے گھبرا جاتے تھے۔ اُن کے تو حواس خراب ہوگئے، عمرو ابن العاصؓ کے بھی حواس خراب ہوگئے کہ بات کیا ہوئی ہے؟ اُس نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو

کہتے ہو جو ایسے نیک ہیں یہ ہیں وہ ہیں کہ میں ان کو اپنے ملک سے نکال دوں یہ تو نہیں ہو سکتا۔ ان کے تو عقائد بھی صحیح ہیں باتیں بھی صحیح ہیں۔ تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا پھر مجھے بھی آپ مسلمان کر لیجیے یہ اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔ بادشاہ کے ہاتھ پر گویا کہ دل سے مسلمان ہوئے کہ جب یہ بادشاہ دوسرے علاقہ کا دوسرے مذہب کا ماننے والا وہ مسلمان ہو چکا ہے وہ صحیح بات تسلیم کر چکا ہے تو یقیناً یہ صحیح ہے تو مسلمان ہو گئے، پھر آ گئے پھر مسلمان ہی رہے، پھر یہ آ گئے جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس۔ تو آقائے نامدار ﷺ نے اِن کی تعریف کی ہے اور ارشاد فرمایا اَسْلَمَ النَّاسُ وَاٰمَنَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ اور ایسی مثال دوسری کوئی نہیں ہے کہ صحابی کسی تابعی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہو سوائے عمرو ابن العاصؓ کے کہ یہ ایسے ہیں، ان کا جو اسلام ہے وہ تابعی کے ہاتھ پر ہے اور خود صحابی ہیں، تو آقائے نامدار ﷺ نے اِن کی تعریف کی ہے۔ اب یہ حضرات وہ ہیں کہ جن کے نام جھگڑوں میں نزاعات میں آتے ہیں تو ان کی طرف کوئی بد دلی یا بدگمانی ذہنوں میں نہیں آنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں سب صحابہ کرامؓ کی تعظیم کی توفیق دے اور آخرت میں اِن کا ساتھ عطا فرمائے۔ آمین۔ اختتامی دُعا......................

❁❁❁

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (ادارہ)

❁❁❁

سلسلہ نمبر ۱۰

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

قرآن کا پیغام .... ''امن عالم''

﴿ نظرثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین امابعد !

قرآنِ حکیم درس وحکمت کا لامتناہی خزانہ اور اصول واصلاحات کا بحرِ بیکراں ہے۔ کلام الٰہی ہے ہر ملک وملت ہر علاقہ وزبان والوں کے لیے، ہمیشہ قابلِ عمل رہنے والا دستور ہے، نور اور کتاب مبین ہے، ارشادِ ربانی ہے :

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ (سورۂ مائدہ)

''یقیناً ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اُتاری''

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ. اللّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ (سورۂ ابراھیم)

''یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے اُتاری تمہاری طرف کہ تم لوگوں کو اندھیرے سے اُجالے کی طرف ان کے رب کے حکم سے نکالو اُس زبردست اور خوبیوں والے اللہ کے راستہ پر کہ اُسی

کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں''۔

قرآنِ پاک نے امنِ عالم کے لیے دُنیا کو کیا پیام دیا؟ یہی میرا موضوع ہے۔ اگر اس پر شرح وبسط سے بحث کی جائے تو کتابیں لکھی جاسکتی ہیں اور لکھی جاچکی ہیں لیکن مجھے صرف ایک مضمون پیش کرنا ہے گویا صرف اس پہلو سے روشناس کرانا ہے۔

آپ اگر غور کریں تو معاملات کا تعلق یا جان سے ہوگا یا مال سے یا آبرو سے، قرآن کریم نے ان تینوں کو محفوظ فرمادیا ہے۔

اتلافِ نفس کے بارے میں یہ چند اُمور پیش نظر رکھنے ضروری ہیں :

(۱) حیات ایک انعام خداوندی ہے۔

(۲) جان ڈالنا خدا کا کام ہے۔

(۳) اس لیے جان وہی لے گا۔

(۴) یا اس کے حکم و اجازت سے جان لینی جائز ہوگی کیونکہ وہ ہی مالک ہے۔

کتبِ فقہ میں چڑیوں کا شوقیہ شکار کرنا اور یوں ہی ضائع کردینا کہ نہ خود کھائیں نہ دوسروں کو کھلائیں ممنوع قرار دیا گیا ہے، چہ جائیکہ کسی عاقل کی جان بے وجہ لینا، بلکہ انسان کو اختیار نہیں کہ وہ اپنی بھی جان تلف کرسکے۔ کما قال الرازیؒ فی تفسیر قول اللہ تعالیٰ

لَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا. (سورۂ نساء)

''اپنے آپ کو مت مارو یقیناً اللہ تم پر بہت مہربان ہے''۔

اسلام میں یہ بھی حق نہیں کہ کسی کافر کو بھی جو کسی معاہدہ کے تحت ہمارے ملک میں آیا ہو یا یہاں کا باشندہ ہو جسے ہم نے رہنے کا حق اور امان دی ہو مار سکے کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے :

وَکَتَبْنَا عَلَیْھِمْ فِیْھَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ

''اور ہم نے اس کتاب میں ان پر لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان''۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ (سورۂ بنی اسرائیل)

''اور جس جان کو اللہ نے منع کردیا ہے اُسے مت مارو سوائے اِس کے کہ حق ہو''

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا (سورہ بنی اسرائیل)

''اور جو ظلم سے مارا گیا تو ہم نے اُس کے وارث کو زور عطا کیا ہے''۔

یہ بھی حق نہیں کہ اگر کسی کافر حکومت کے ساتھ کوئی معاہدہ کیا گیا ہو تو اُسے ایفاء نہ کیا جائے، ارشاد ہوا :

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (سورہ بنی اسرائیل)

''اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کی پوچھ ہوگی''۔

غرض کافر کی بھی جانی حفاظت مسلمانوں کا فرض ہوگا گویا حکومت اسلامیہ میں بچہ ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب، مسلمان ہو یا کافر ذمی، سب کے سب نہایت امن وراحت کی زندگی بسر کریں گے اور اُن کی جان مذکورہ نصوصِ قرآنیہ کے تحت محفوظ ہوگی۔ اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ پاکستان اور ہر مسلم حکومت میں کافر امن وسلامتی کی زندگی گزارتے ہیں، ہندوستان کی طرح نہیں جہاں آئے دن مذہبی فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے ارشادِ ربانی مشعل راہ ہے :

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا (سورۂ مائدہ)

''اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، عدل کرو''۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ . (سورۂ بقرہ)

''خدا کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور کسی پر زیادتی مت کرو، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔

غرض ظلماً قتل کی جملہ صورتیں حرام اور ممنوع قرار دی گئیں اور قوتِ حاکمہ کو قصاص دلانے کا مکلّف قرار دیا گیا۔

اسی طرح آپس میں لڑ بھڑ کر ہاتھ پاؤں توڑنے کی سزا بھی مقرر کی گئی اور اس پر بھی سزا و انتقام دلانے کا قوت حاکمہ کو مکلّف قرار دیا گیا، یہی حکم پچھلی اُمتوں سے چلا آرہا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے :

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ. (سورۂ مائدہ)

''اور ہم نے اُن پر اس کتاب میں لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ ناک کے بدلے ناک کان کے بدلے کان دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلا اُن کے برابر (لیا جائے گا) پھر جس نے معاف کردیا تو وہ گناہ سے پاک ہوگیا اور جو لوگ اللہ کے اُتارے ہوئے حکم کے موافق حکم نہ کریں تو وہ ظالم ہیں''۔

جرمِ قتل کی ہولناکی اور آخرت کی سزا متعدد آیات میں بیان فرمائی گئی :

سورۂ مائدہ کی آیت کے اس حصہ میں فرمایا گیا ہے :

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا. (سورۂ مائدہ)

''جو کوئی ایک جان کو بغیر جان کے بدلہ کے یا ملک میں فساد کے بغیر قتل کرے تو گویا اُس نے سب لوگوں کو قتل کرڈالا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ کردیا''۔

پانچویں پارہ سورہ نساء میں ارشاد ہے :

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَأً

''اور مسلمان کو قتل کرنا مسلمان کا کام نہیں مگر غلطی سے''۔

پھر ارشاد فرمایا :

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءُہٗ جَھَنَّمُ خَالِدًا فِیْھَا وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَلَعَنَہٗ وَاَعَدَّلَہٗ عَذَابًا عَظِیْمًا. (سورۂ نساء)

''اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اُس کی سزا دوزخ ہے۔ اس میں پڑا رہے گا اس پر اللہ کا غضب ہوا اُس کو لعنت کی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کیا''۔ (والعیاذ باللہ)

اگر قصاص نہ رکھا جائے تو امن عالم درہم برہم ہوجائے اور قاتل یکے بعد دیگرے قتل کرتا جائے، اس لیے ارشاد ہوا :

وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ (سورۂ بقرہ)

''اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے''

حضراتِ مفسرین نے کلامِ الٰہی کی خوبیاں نہایت مختصر مگر جامع طور پر اس طرح بیان فرمائی ہیں کہ پہلے اہلِ عرب محاورۂ کہا کرتے تھے اَلْقَتْلُ اَنْفٰی لِلْقَتْلِ قتل ہی قتل کی پوری طرح نفی کرتا ہے۔ اور یہ محاورہ فصیح ترین شمار ہوتا تھا کیونکہ اس کے الفاظ بہت مختصر اور معنی بہت جامع ہیں لیکن جب قرآن کریم کی آیت مبارکہ نازل ہوئی تو یہ محاورہ ماند پڑ گیا بلکہ نہ معلوم کہاں مستور ہو گیا۔ اولاً تو یہ دیکھیں کہ آیت مبارکہ کے حروف صرف دس ہیں اور محاورہ کے چودہ۔ دوسرے یہ کہ محاورہ میں صرف یہ اظہار کیا گیا ہے کہ قتل قتل کو زیادہ مٹاتا ہے مگر یہ نہیں بتلایا گیا کہ کونسا قتل قتل کو مٹاتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ظلماً قتل کیا جائے تو کیا وہ بھی قتل کو مٹائے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ قتل کا فتنہ اور بڑھادے گا۔

قرآنِ حکیم کی عبارت میں یہ خوبی ہے کہ پہلے ہی بجائے لفظ قتل کے لفظ قصاص استعمال کیا اور قصاص اُس قتل ہی کو کہا جاتا ہے جو مظلوم کی فریاد رَسی اور ظالم کی سرکوبی کے لیے کیا جائے۔

محاورہ میں تھا کہ قتل قتل کی زیادہ نفی کرتا ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ قصاص لے لینے میں زندگی ہے یعنی قاتل کی موت سے سینکڑوں ہونے والے قتل رُک جاتے ہیں اور یہ گویا سب پُر خطر زندگی گزارنے والوں کو ایک قسم کی زندگی حاصل ہو رہی ہے۔ یہ مضمون محاورہ کے معنوں سے نہایت بلند ہے۔

یہ قرآنِ حکیم کا اعجاز ہے کہ الفاظ کم اور جامعیت زیادہ ہے۔ ساتھ ہی بعد کی آیتوں میں اپنے بندوں کو عفو کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے۔

قدم قدم پر حکام کو عدل کا حکم ہے اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو حکم فرمایا تھا کہ غلطی سے سزا نہ دینا بہتر ہے اور غلطی سے سزا دے بیٹھنا بہت بُرا ہے، اس کا خیال رکھو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایرانی حاکم کو گرفتار کر کے لایا گیا، اس کے قتل کا حکم دے دیا گیا۔ اُس نے پانی مانگا۔ پانی لایا گیا، کہنے لگا جب تک میں یہ پانی نہ پی لوں مجھے امان دیں آپ نے منظور فرمایا۔ اُس نے بجائے پانی پینے کے پانی زمین پر پھینک دیا اور کہنے لگا کہ آپ کا وعدہ تھا کہ جب تک میں یہ پانی نہ پی لوں مجھے امان دیں گے۔ یہ پانی زمین سے اُٹھایا نہیں جا سکتا جو میں پیوں لہٰذا مجھے امان رہے گی۔ آپ نے فرمایا

کہ تو نے میرے ساتھ دھوکہ کی بات کی لیکن میں اپنی بات پر قائم رہوں گا۔ آپ نے اُسے قتل نہیں کیا پھر وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے :

لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِناً (سورۂ نساء)

''جو تم سے سلام علیک کرے اُسے یہ مت کہو کہ تو مسلمان نہیں''۔

تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ایسے لوگوں کو بھی مار دو جو سچ مچ اسلام قبول کر رہے ہوں۔

آقائے نامدار ﷺ نے ایک اِسی قسم کے واقعہ پر صحابۂ کرام ؓ کو بہت ملامت فرمائی اور بار بار فرماتے رہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ فُلَانٌ (او کما قال علیہ الصلٰوۃ والسلام)

''خداوندا جو کچھ فلاں شخص نے کیا ہے میں اُس سے تیرے دربار میں براءت پیش کرتا ہوں''۔

ہماری کتبِ فقہ میں قانون بتلایا گیا ہے کہ اگر کوئی مجاہد کسی کافر کو دُور سے اشارہ سے بلائے اور وہ اس کے بلانے پر پاس آجائے تو اُسے قتل کرنا جائز نہیں، اسے امان دی جائے گی کیونکہ اگرچہ صراحۃً امان نہیں دی گئی ہے مگر اشارۃً اور بظاہر حال امان دی گئی ہے۔

اسلام نے جملہ مظالم کی بیخ کنی کر دی ہے مثلاً زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اور اِسے عین غیرت مندی وحیا خیال کرتے تھے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ کَظِیْمٌ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِہٖ ط اَیُمْسِکُہٗ عَلٰی ھُوْنٍ اَمْ یَدُسُّہٗ فِی التُّرَابِ ط اَ لَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ۔ (سورۂ نحل)

''اور جب اُن میں کسی کو بیٹی کی خوشخبری ملے تو سارے دن اُس کا منہ سیاہ رہے اور دل میں گھٹتا رہے، لوگوں سے اس خوشخبری کے برائی کے مارے چھپتا پھرے کہ اس کو ذلت قبول کر کے (زندہ) رہنے دے یا اس کو مٹی میں داب دے۔ دیکھو! کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں''۔

اسلام نے احسان فرمایا کہ ہر سفا کی کا خاتمہ کر دیا۔

ایک صحابی نے ایک مرتبہ آقائے نامدار ﷺ کو واقعہ سنایا کہ میری ایک بچی تھی جو میری غیر موجودگی میں پیدا ہوئی، میں جب سفر سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ بچہ ہوا تھا اور مر گیا، کچھ مدت بعد ہمارے یہاں ایک بچی آنے لگی جو اِسے بہت مانوس ہوگئی اور میں اُس سے مانوس ہو گیا۔ خود بخود مجھے محبت کا جوش آتا تھا۔ ایک دن میری بیوی نے اتنی محبت دیکھتے ہوئے مجھ سے حقیقتِ حال ظاہر کی کہ جب میں سفر پر تھا تو یہ بچی پیدا ہوئی تھی اور اس خیال سے کہ کہیں میں زندہ درگور نہ کردوں کسی کے یہاں پرورش کے لیے دیدی تھی۔ مجھے یہ حقیقت معلوم ہونے کے بعد فکر لگ گیا کہ کسی نہ کسی طرح اِسے زندہ درگور کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایک دن اس کی ماں مجھ پر اعتماد کر کے اسے میرے پاس چھوڑ گئی میں اسے باہر لے گیا اور گہرا گڑھا کھودا۔ اس میں اُسے ڈال کر اُوپر سے مٹی ڈالنے لگا وہ مجھے ابا ابا کہہ کر پکارتی رہی اور میں مٹی ڈالتا رہا۔ آخری آواز میرے کانوں میں ابا ابا ہی کی آرہی تھی حتی کہ میں نے اسے دفن کر دیا اور چلا آیا۔

یہ واقعہ جناب رسالتمآب ﷺ نے سنا تو مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ صحابہ کرامؓ نے اس صحابی کو ملامت کی مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں منع فرمایا کہ یہ اپنا دُکھ کہہ رہا ہے اِسے کہنے دو۔

قرآن حکیم نے اُن کی اس عادتِ خبیثہ کو نہایت موثر اور تاکیدی انداز میں پیش فرمایا :

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ. (سورۂ تکویر)

''جب سورج کی دھوپ تہہ ہو جائے اور جب تارے میلے ہو جائیں اور جب پہاڑ ہلائے جائیں اور جب بیاتی اُونٹیاں چھٹی پھریں اور جب جانور اکھٹے کر دیئے جائیں اور جب دریا جھونکے جائیں اور جب جانیں جسموں سے ملائی جائیں اور جب زندہ درگور بیٹی کے بارے میں پوچھا جائے کہ کس گناہ پر ماری گئی تھی''۔

بعض جاہل دماغ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے کھانے کے لیے خود میسر نہیں آتا اپنی اولاد کو کہاں سے کھلائیں گے اولاد کو مار دینا چاہیے۔ فرمایا گیا کہ اس جاہلانہ خیال کو چھوڑ دو۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا. (سورۂ بنی اسرائیل)

''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے نہ مار ڈالو، ہم روزی دیتے ہیں اُن کو اور تم کو یقیناً ان کا مارنا بڑی خطا ہے''۔

ان مقدس آیات اور ضوابط کی روشنی میں جہاں قصاص کا حق دیا گیا ہے وہاں قصاص لیا جاسکتا ہے، ساتھ ہی ورثہ مقتول کو حق ہے کہ خون بہا لے لیں یا بالکل معاف کر دیں، تعدی (زیادتی) کی جن صورتوں میں کوئی حکم نازل نہیں فرمایا گیا اُن میں حاکم کو تعزیر کا حق ہوگا۔

عزیزانِ ملت! کبھی اس بات پر بھی غور فرمایا کہ دنیا کے حالات کیا سے کیا ہوتے جا رہے ہیں؟ چاروں طرف ایک اضطرابِ عظیم پھیلتا جا رہا ہے آخر یہ کیوں؟ ہر ایک کام کی ایک وجہ ہوتی ہے اور یہ اضطرابِ عظیم بھی بلاوجہ نہیں، آج کی متمدن دُنیا اور اس کا مطمحِ ارتقاء اسکی ذہنی اور فکری کاوشیں فی الحقیقت تباہ کن نتائج پیدا کر رہی ہیں۔

یہ غارت گرانِ امن ایسی ایجادات میں منہمک اور مستغرق ہیں کہ کس طرح ایک لمحہ میں کائنات کی ہر ایک چیز کو پھونک کر تباہ و برباد کیا جاسکتا ہے۔ یہ متمدن اقوام تباہی کو ترقی، ذلت کو عزت، فریب و دجل کو حکمت، ناکامی کو کامیابی، درندگی کو انسانیت سمجھنے والی نہ تو امن لاسکتی ہیں اور نہ امن پاسکتی ہیں۔

حضرات! میرا یہ پیغام تمام عالم کے لیے ایک دعوتِ غور و فکر ہے اور حق تو یہ ہے کہ اس دورِ الحاد میں جہاں موت کو زندگی، ظلمت کو نور اور انتہائی پستی اور تنزلی کو بلندی اور ارتقاء سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ شاید یہ قیامِ قیامت کے اوّلین آثار ہوں۔ میرے احساسات اور مشاہدات نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں آپ کے دلوں کی گہرائیوں تک اُتر کر خدائے واحد کے ارشادات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤں۔ آج اس سرزمین کا ذرّہ ذرّہ میری اس دعوت کا شاہد ہوگا کہ مجھ پر جو فرض عائد ہوتا تھا میں نے حجت تمام کرنے کے لیے اپنا فرض پورا کیا۔ آؤ سب مل کر اس دعوتِ حق پر لبیک کہتے ہوئے عہد کر لیں کہ خداوندِ قدوس نے ہماری فلاح و بہبود کیلیے جو راہ معین فرمائی ہے، اُس پر گامزن ہو کر تمام عالم کو اس دعوتِ عظیم سے روشناس کرائیں اور دنیا کو اس حقیقت کے منوا لینے پر مجبور کر دیں کہ امنِ عالم کے قیام کیلیے صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ اللہ کی آخری کتاب قرآن پاک کی تعلیمات ہیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین.

علم کے چار معیار

﴿حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری مدظلہم، انڈیا﴾

شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کے نواسے حضرت مولانا سید سلمان صاحب منصور پوری گذشتہ ماہ شیخ الاسلام سیمینار میں شرکت کی غرض سے پاکستان تشریف لائے ، اس موقع پر جامعہ مدنیہ جدید میں آمد ہوئی تو آپ نے اساتذہ اور طلباء سے ایک پُر اثر خطاب فرمایا، قارئین ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ومن یطع اللّٰہ ورسولہ ویخش اللّٰہ ویتقہ فاولئک ھم الفائزون صدق اللّٰہ مولانا العلی العظیم .

حاضرین گرامی قدر عزیز طلباء! قرآن پاک سراسر ہدایت ہے اور قرآنِ مقدس میں جو تعلیمات اللہ تعالیٰ نے دی ہیں اُن ہی پر عمل کرنے میں دُنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ کامیابی اِس کے اندر نہیں ہے کہ آدمی مال ودولت کے ذخائر حاصل کرلے، آرائش آسائش زیبائش اِن چیزوں میں اپنی پوری توجہ لگادے بلکہ کامیابی اس میں ہے کہ آدمی اپنے رب اور خالق اور مالک کی اطاعت گزاری کرے اور کوئی ایسا کام نہ کرے کہ جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ ناراض ہوجائیں۔ قرآن پاک کی اِس آیت میں جو ابھی میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے اللہ تعالیٰ نے یہی اعلان فرمایا ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل کریں وَیَخْشَ اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں، اللہ کا خوف اور خشیت اُس کا استحضار ہر وقت رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے تقوٰی اختیار کریں فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ یہی لوگ درحقیقت کامیاب ہونے والے ہیں۔

قرآن پاک میں راسخین فی العلم کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ ایک طرف وہ لوگ ہیں کہ جو قرآن کی آیات کو اس لیے پڑھتے ہیں تاکہ اُس کے ذریعے سے خواہ مخواہ جھک ماری کریں بحث بازی کریں سمجھ میں آئے تو بھی اور نہ سمجھ میں آئے تو بھی۔ اس کے برخلاف **راسخین فی العلم** وہ لوگ ہیں کہ جو کامل طور پر اللہ تعالیٰ کے مطاع و

فرمانبردار ہیں وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور ویسے تو ہر آدمی جو علم سے انتساب رکھتا ہے اپنے کو راسخ فی العلم کہہ سکتا ہے سمجھ سکتا ہے لیکن اِس کا ایک معیار ہے، ہر آدمی راسخ فی العلم نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اس معیار پر پورا نہ اُتر جائے۔ حضراتِ مفسرین رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ راسخ فی العلم کی معیار چار چیزیں ہیں جو آدمی چار باتوں میں متفق ہوجائے گا معیار پر اور کسوٹی پر وہ راسخ فی العلم کے زُمرہ میں شامل ہوجائے گا۔ اور ہمارے یہ جو دینی مدارس حضراتِ اکابر رحمہم اللہ نے قائم کیے ہیں اُن کا مقصد صرف علم سیکھنا سکھانا نہیں ہے بلکہ راسخ فی العلم علماء پیدا کرنا ہے لہٰذا یہاں کے ہر طالب علم کو اس کے لیے یہ ضروری اور لازم ہے کہ وہ اُن چار صفات کو جو راسخ فی العلم کی بیان کی گئی ہیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے اور یہ گارنٹی اور ضمانت ہو کہ جو شخص اِن چار معیاروں پر پورا اُتر آئے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کے لیے دنیا اور آخرت میں قبولیت اور کامیابی کے تمام راستوں کو کھول دیں گے، یہ چار باتیں کیا ہیں؟ صرف اختصار کے ساتھ یادر کھنے کی ضرورت ہے۔

فرمایا کہ سب سے پہلی چیز اس کے اندر اَلتَّقْوٰی فِیْمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ اُس شخص کا جو علم سے انتساب رکھتا ہے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اُس کا معاملہ تقوی اور پرہیز گاری کا ہو۔ علم اور گناہ ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے، گناہ ایک زہر ہے اور علم ایک غذا ہے، جس طرح تھوڑا سا بھی زہر اگر غذا میں مل جائے تو غذا ساری کی ساری زہر اور بیکار ہوجاتی ہے نقصان دہ ہوجاتی ہے، اسی طرح علم کے ساتھ اگر گناہ رہے کسی بھی درجہ میں تو یہ علم کو ضائع کردیتا ہے، علم کی روشنی کو ختم کردیتا ہے۔ اس لیے طالب علم کو اس زمانہ طالبِ علمی میں بالخصوص اپنے آپ کو ہر طرح کے گناہ سے بچا کر کے رکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اس وقت اس معاملہ میں مشق اور ٹریننگ کرلیں گے اور اپنے کو عادی بنالیں گے تو انشاء اللہ مرتے دم تک اس کے اثرات باقی رہیں گے یہ تو اللہ کے ساتھ معاملہ ہے۔

دوسری چیز ہے لوگوں کے ساتھ کیسا معاملہ ہو؟ فرمایا اَلتَّوَاضُعُ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّاسِ لوگوں کے ساتھ تواضع اور فرمانبرداری، حسن اخلاق، اپنے کو کمتر سمجھنا دل سے کمتر سمجھنا، ایثار اور دوسرے کے لیے قربانی کا جذبہ اور دوسرے کے لیے خیر خواہی کا جذبہ، یہ سب چیزیں تو اضع میں آتی ہیں۔ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ جو اللہ کے لیے اپنے کو دل سے کمتر سمجھے اللہ تعالیٰ اُسے سربلندی عطا فرماتے ہیں۔

ہمارے اکابر کو سربلندی کیوں ملی؟ اسی بنیاد پر کہ نہ نام کا شوق ہے نہ کام کا، بلکہ ہر موقع کے اُوپر آپ دیکھیں گے کہ وہ بچھے چلے جارہے ہیں، اپنے کو کچھ سمجھ ہی نہیں رہے اور تمام عالَم کے اندر اُن کا نام روشن ہورہا ہے۔ قبولیت ڈالنا تو اللہ کے اختیار میں ہے کوئی آدمی کوشش کر کے قبولیت حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ اللہ کے سامنے اپنے کو ذلیل اور عاجز نہ کردے۔ جتنا اللہ کے سامنے جھکے گا دل سے، اُتنا ہی اللہ تعالیٰ سربلندی عطا فرمائیں گے، تو یہ دوسری چیز ہوئی۔

فرمایا تیسرے نمبر پر اَلزُّهْدُ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الدُّنْيَا اللہ کے ساتھ معاملہ تقویٰ اور پرہیز گاری کا، لوگوں کے ساتھ معاملہ تواضع کا اور دُنیا کے ساتھ معاملہ بے رغبتی کا۔ یہ نہیں کہ آدمی دُنیا کا غلام بن جائے اور ہر وقت اِسی شش وپنج میں رہے کہ کیسے مکان اچھا ملے، کیسے رہنے کی جگہ اچھی ملے، کیسے کھانے کی جگہ اچھی ملے، کیسے رہنے کے انتظامات اچھے ہوں؟ اس کی فکر نہ ہو بلکہ فکر ہو کہ ہم اپنی ذمہ داری پوری کررہے ہیں یا نہیں کررہے۔ مل جائے سبحان اللہ نہ مل جائے تو اُس کے لیے اپنے کو ہلکان نہ کرے۔ جو عالِم اس طریقہ پر زندگی گزارے گا وہ کامیاب ہوجائے گا اور یہ بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ دروازے بند کردیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ جو لوگ دُنیا سے بے رغبت ہیں اہلُ اللہ ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو دُنیا میں بھی عافیت سے کھلاتا ہے اور انشاء اللہ جنت میں بھی عافیت سے کھلائے گا۔ ایسی ایسی راحتیں اللہ تعالیٰ دیتا ہے کہ جو دِن رات دُنیا میں لگنے والے ہیں اُن کو وہ راحتیں نصیب نہیں ہوتیں جو زُہد کی وجہ سے ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں جو زاہدین ہیں صحیح معنی کے اندر۔

اور چوتھی چیز فرمائی اَلْمُجَاهَدَةُ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ نَفْسِهٖ اپنے آپ کے ساتھ معاملہ جُہد کا ہونا چاہیے مجاہدہ کا ہونا چاہیے مشقت کا ہونا چاہیے، علم بغیر مشقت کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ آپ نے نام سُنا ہوگا حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا جن کی ''صحیح مسلم'' حدیث کی کتابوں میں ایک امتیازی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے کہ حضرتؒ نے احتیاط کی بنیاد پر بیچ میں ابواب بھی قائم نہیں کیے بس صرف حدیثیں جمع کیں ہیں۔ لیکن ایک جملہ اُنھیں اپنے اُستاد کا ایسا پسند آیا کہ باقاعدہ حدیثوں کے ساتھ اسے سند کے ساتھ بیان کیا ہے یہ جملہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے اور ہر طالب ِعلم کی کاپی پر پہلے نمبر پر پہلے صفحہ پر یہ جملہ لکھا رہنا چاہیے کمروں میں ٹنگا رہنا چاہیے تاکہ بار بار نظر پڑتی رہے۔ یہ ایک جملہ ہزاروں جملوں پر بھاری ہے، حضرتؒ نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے اپنے اُستاد سے، فرمایا '' لَا يُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَةِ الْجِسْمِ '' فرمایا کہ علم اُس شخص کو حاصل نہیں ہوسکتا جو اپنے جسم کو راحت دینے میں لگا ہوا ہے۔ بس جسم ہی کو راحت ملے گی پھر علم حاصل نہیں ہوگا۔ علم کی جب آپ کو لذت نصیب

ہو جائے اور حلاوت نصیب ہو جائے تو پھر جسمانی راحت کا خیال ہی دل سے نکل جاتا ہے۔ ہے تو ٹھیک ہے، نہیں ہے تو بھی ٹھیک ہے۔ اور آدمی کو جب اِس کی لذت نصیب ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی لذت عطا فرمائے تو پھر اس کے لیے سب سے بہترین مشغلہ زندگی کا علم کا حصول ہو جاتا ہے۔ تو اِن چار معیاروں پر جو پورا اُترے گا انشاء اللہ اُس کے لیے ہر طرح سے کامیابی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو کہنے سُننے سے زیادہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

وفیات

گزشتہ ماہ کی ۲۲ر تاریخ کو جامعہ مدنیہ کے مفتی واستاذ الحدیث مولانا مفتی عبدالواحد صاحب کے والد گرامی وفات پاگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت نیک انسان تھے ان کی وفات سے خاندان ایک شفیق سایہ سے محروم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر بلند ترین درجات سے سرفراز فرمائے۔ مفتی صاحب سمیت خاندان کے دیگر افراد کو اس صدمہ پر صبرِ جمیل عطا فرمائے، اہلِ جامعہ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

گیارہ مارچ کو جامعہ مدنیہ کے سابق ناظم جناب شیخ مقبول احمد صاحب مختصر علالت کے بعد وفات پاگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قبل ازیں مرحوم محکمہ ٹیلیفون میں ڈویژنل انجینئر رہے۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے علاوہ بہت پارسا انسان تھے، بیعت کا تعلق حضرتؒ بانئ جامعہ سے تھا۔ ان کی وفات اہلِ خاندان کے لیے بہت بڑا حادثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر صبرِ جمیل عطا فرمائے اور شیخ صاحب مرحوم کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

قسط : ۱

حضور ﷺ کی سیرت وصورت

﴿حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب﴾

حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سیرت وصورت دونوں میں کمال عطا فرمایا تھا، اس لیے آپ کی سیرتِ طیبہ، اخلاقِ حسنہ، اور آپ کی صورتِ مبارکہ، حسن وجمال دونوں کے بارے میں مختصر مضمون تحریر کیا جاتا ہے تاکہ آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کو سامنے رکھ کر آپ کے حقوق کی ادائیگی ہوسکے۔

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ واخلاقِ حسنہ کی ایک جھلک :

دُعائے ابراہیمی کے مطابق آپ تشریف لائے، نسب میں سب سے عالی، حسب میں سب سے برتر، اپنے عہدِ طفولیت ہی سے ہمیشہ ممتاز سیرت، ممتاز صورت، عادات وشمائل میں قوم سے علیحدہ، عبادات ورسوم میں ان سے الگ، لہو ولہب سے مجتنب، شرک وکفر سے متنفر، صدق وصفاء احسان وسلوک سے مزین، ظلم وعدوان اور جملہ فواحش سے کوسوں دُور، جنگ وجدال سے نفور، مال وجان کی محبت سے بالاتر، عدل وانصاف کے شہزادے، غرض جملہ اخلاقِ فاضلہ سے مُحلّٰی اور جملہ اخلاقِ رزیلہ سے معرّٰی، جوانی میں عصمت وعفت کے فرشتے، پیری میں وقار ورُعب کا پیکر، بال بال سے حُسن ٹپکتا، کلمہ کلمہ سے پھول جھڑتے، روئیں روئیں سے فہم وفراست چمکتی، غصہ ومحبت اور جدل وہزل سے یکساں حق گو، عفو ودرگزر کرنے والے، مخلوق خدا کے سب سے بڑے ہمدرد، عہد وپیاں کے سب سے پکے، سب سے زیادہ راست گو، سب سے بڑھ کر امانت دار۔ لطف یہ کہ خود اُمّی اور قوم بھی سب اُمّی، تورات وانجیل کو آپ جانتے نہ آپ کی قوم جانتی، نہ کسی سے کوئی حرف پڑھا، نہ اہلِ علم کے پاس نشست وبرخاست رکھی۔ قیاس ورہبان آپ کے موعود نبی ہونے پر سب متفق اور مشرکین عرب سب ہی آپ کی ان صفات کے معترف۔ اسی حالت میں چالیس سال گزرے، کبھی نبوت کا ایک حرف زبان سے نہ نکلا، جب عمر چالیس سال کو پہنچی تو ایک عجیب وغریب دعوٰی کیا جس سے نہ ملک آشنا، نہ باپ دادا آشنا، اور ایک ایسا کام لوگوں کے سامنے پیش کیا جو آج تک نہ کسی نے سنا اور نہ آئندہ اِس کی نظیر ممکن۔ صحفِ سماویہ سب اس کے سامنے سرنگوں، نہ الٰہیات وعملیات میں کوئی اس کے ہم پلہ، نہ سیاسیات ومعاشیات میں کوئی اس کا ہم عصر۔ اسرار کا مخزن، علوم کا سمندر، قصص وامثال ونصائح وعِبَر کا دریا، طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کرنے والے، بھلائی کا حکم دینے والے اور

برائی سے روکنے والے، کوئی بھلی چیز ایسی نہ تھی جس کو عقول سلیمہ بُرا جانیں مگر اس سے روک نہ دیا ہو، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جس کا آپ حکم دیں اُس کے لیے طبائع سلیمہ کی خواہش یہ ہو کہ آپ اس کا حکم نہ دیتے اور نہ کبھی اس بات سے روکا جس کے متعلق طبائع سلیمہ کی تمنا یہ ہو کہ آپ نہ روکتے۔ اُس پر ریاست وسرداری سے بیزار، دشمنوں اور مخالفوں سے لاپرواہ، احباب وانصار سے بے نیاز، نہ ہاتھ میں کوئی دولت نہ پشت پر کوئی طاقت، نہ قبضہ میں کوئی ملک، زن زر کی کوئی دولت نہیں جو قدموں پر نہ ڈال دی گئی ہو اور آپ نے اُس کو ٹھکرا دیا ہو، حبس وقید، جلاوطنی، حتی کہ قتل کی کوئی تدبیر اُٹھا کر نہیں رکھی گئی جس کو پورا نہ کیا گیا ہو مگر آپ دشمنوں کے جھرمٹ میں اسی طرح خدا کے دین کے بے خوف وہراس منادی کوچوں میں بازاروں میں ایام حج میں کوئی جگہ نہ چھوڑی جہاں پہنچ کر اعلان نہ کر دیا، تنہائی میں بھی اور محفلوں میں بھی عوام میں بھی اور خواص میں بھی، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے اپنے دین کو قبول کرنے کے لیے کسی کو قتل کی دھمکی دی ہو یا کسی قسم کا طمع لالچ دیا ہو۔

تیرہ سال اسی طرح گزار دیئے، نہ ساز وسامان اور نہ کوئی یار ومددگار، مگر دل میں کسی کا خوف نہ چہرہ پر کچھ ہراس، جب اقتدار ملا تو دشمنوں سے درگزر اور ایذا رسانوں کے لیے عفو کا اعلان، کسی پر ذرا ظلم وتعدی ہو کیا مجال، تمام عمر کانٹے پر تلی ہوئی۔ امن ہو یا خوف، فراغت ہو یا تنگی، شکست ہو یا فتح، اپنے متبعین کی قلت ہو یا کثرت، ہر حال میں وہ استقامت کہ قدم ایک اِنچ بھی اِدھر سے اُدھر نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ جب دنیا میں تشریف لائے تو فضائے عالم تاریک، نہ دُنیا سے باخبر نہ ہدایت سے آشنا، بُت پرستی سے خدا کی زمین ناپاک، خونریزی اور قتل وغارت سے نالاں، نہ مبداء کی خبر نہ معاد کا علم اور جب آپ تشریف لے گئے تو وہی سب سے بڑھ کر عالم، سب سے زیادہ مہذب، سب میں ممتاز دیندار، انصاف وامن کے قائم کرنے والے اور دُنیا کی نظروں میں ایسے سر بلند کہ اگر اُن پر بادشاہوں کی نظر پڑتی تو وہ مرعوب ہو جاتے اور اگر اہل کتاب اُن کو دیکھتے تو بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حوار بھی بھلا اِن سے کیا افضل ہوں گے؟ اس اقتدار وقبول کے ساتھ جب آپ نے دُنیا کو چھوڑا تو ترکہ میں نہ درہم نہ دینار نہ کوئی ملک وخزانہ، صرف خچر اور زرہ مبارک کہ وہ بھی ایک یہودی کے ہاتھ صاع جو کے عوض میں مرہون۔ (خطباتِ اکابر ج ۱ ص ۳۹ تا ۱۴)

کسی نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور انور ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ انہوں نے کہا ''کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے؟ جو کچھ قرآن میں ہے، وہ حضور ﷺ کے اخلاق

تھے''۔غرض آپ ﷺ کی ساری زندگی قرآن پاک کی عملی تفسیر تھی اور یہ بھی آپ ﷺ کا ایک معجزہ ہے۔خود قرآن نے اِس کی شہادت دی اور کہا؟ ''اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ '' یعنی بیشک اے محمد! آپ حسنِ اخلاق کے بڑے رُتبہ پر ہیں''۔

☆ حضور ﷺ نہایت خاکسار، ملنسار، مہربان اور رحم دل تھے۔چھوٹے بڑے سب سے محبت کرتے۔نہایت سخی، فیاض اور داد و دَہش والے تھے۔امکان بھر سب کی درخواست پوری کرتے۔

☆ فیاضی اور دُنیا کے مال سے بے تعلقی کا یہ عالم تھا کہ گھر میں نقدی کی قسم سے کوئی چیز بھی ہوتی تو جب تک وہ سب خیرات نہ کردی جاتی آپ اکثر گھر میں آرام نہ فرماتے، خود بھوکے رہتے اور دوسرے کو کھلاتے۔

☆ آپ ﷺ بڑے مہمان نواز تھے۔آپ کی مہمان نوازی کا عام شہرہ تھا۔آپ کے یہاں مسلمان، مشرک اور کافر سب ہی مہمان ہوتے۔آپ سب کی خاطر کرتے اور خود ہی سب کی خدمت کرتے۔کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود ہوتا وہ اُن کو کھلا پلا دیا جاتا اور پورا گھر فاقہ کرتا۔راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر مہمانوں کی دیکھ بھال فرماتے کہ اُن کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔

☆ گھر میں رہتے تو گھر کے کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرتے، اپنے پھٹے کپڑے آپ سی لیتے، اپنے پھٹے جوتے خود گانٹھ لیتے، بکریوں کا دُودھ اپنے ہاتھوں سے دوہتے، اگرچہ آپ کے بے شمار جانثار خادم موجود تھے۔

☆ مجمع میں بیٹھتے تو سب کے برابر ہو کر بیٹھتے۔مسجد نبوی کے بنانے اور خندق کھودنے میں سب مزدوروں کے ساتھ مل کر آپ ﷺ نے بھی کام کیے۔

☆ آپ ﷺ یتیموں سے محبت رکھتے اور اُن کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتے۔

☆ غریبوں کے ساتھ آپ ﷺ کا برتاؤ ایسا ہوتا تھا کہ اُن کو اپنی غریبی محسوس نہ ہوتی۔اُن کی مدد فرماتے اور اُن کی دلجوئی کرتے، اکثر دعا مانگتے تھے کہ خداوندا مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین اُٹھا اور مسکینوں ہی کے ساتھ میرا حشر کر۔

☆ آپ ﷺ مظلوموں کی فریاد سُنتے اور انصاف کے ساتھ اُن کا حق دِلاتے، کمزوروں پر رحم کھاتے، بیکسوں کا سہارا بنتے، مقروضوں کا قرض ادا کرتے۔

☆ آپ ﷺ بیماروں کو تسلی دیتے، اُن کو دیکھنے جاتے، دوست دشمن اور مؤمن و کافر کی اس میں

کوئی قید نہ تھی۔ گنہگاروں کو معاف کر دیتے۔ دُشمنوں کے حق میں دُعائے خیر فرماتے۔ جانی دُشمنوں اور قاتلانہ حملہ کرنے والوں تک سے بدلہ نہیں لیا۔

☆ ہمسایوں کی خبر گیری فرماتے اُن کے ہاں تحفے بھیجتے، اُن کا حق پورا کرنے کی تاکید فرماتے رہتے۔

☆ آپ ﷺ اپنے پڑوسیوں کے گھر جا کر اُن کے کام کرآتے، پڑوسیوں کے سوا اور جو بھی آپ سے کسی کام کیلیے کہتا اُس کو پورا فرماتے۔ مدینہ کی لونڈیاں آپ ﷺ کی خدمت میں آتیں اور کہتیں یارسول اللہ میرا یہ کام ہے، آپ ﷺ فوراً اُٹھ کھڑے ہوتے اور اُن کا کام کر دیتے۔ بیوہ ہو یا مسکین یا کوئی اور ضرورتمند سب ہی کی ضرورتوں کو آپ ﷺ پورا فرماتے اور دوسروں کے کام کرنے میں کبھی عار محسوس نہ فرماتے۔

☆ بچوں سے بڑی محبت فرماتے تھے، اُن کو چومتے اور پیار کرتے تھے، فصل کا نیا میوہ سب سے کم عمر بچہ جو اُس وقت موجود ہوتا اُس کو دیتے، راستے میں بچے مل جاتے تو خود اُن کو سلام فرماتے۔

☆ اسلام سے پہلے عورتیں ہمیشہ ذلیل ہو رہی تھیں لیکن ہمارے حضور ﷺ نے اُن پر بہت احسان فرمایا۔ اُن کے حقوق مقرر فرمائے اور اپنے برتاؤ سے ظاہر فرمادیا کہ یہ طبقہ حقیر نہیں ہے بلکہ عزت اور ہمدردی کے لائق ہے۔ آپ ﷺ کے پاس ہر وقت مردوں کا مجمع رہتا تھا، عورتوں کو آپ کی باتیں سننے کا موقع نہ ملتا تھا اسلیے خود عورتوں کی درخواست پر آپ ﷺ نے اُن کیلیے ایک خاص دن مقرر فرمادیا تھا، عورتیں دلیری اور بے تکلفی سے آپ ﷺ سے مسائل پوچھتیں لیکن آپ ﷺ بُرا نہ مانتے، ان کی خاطر داری کا خیال رکھتے تھے۔

☆ آپ ﷺ ساری دُنیا کے لیے رحمت بن کر آئے تھے، اس لیے کسی کے ساتھ بھی زیادتی اور ناانصافی کو پسند نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ جو لوگ بے پروائی برتتے تھے وہ بھی آپ ﷺ کو گوارا نہ تھی، اور اُن بے زبانوں پر جو ظلم ہوتا آیا تھا اُس کو روک دیا۔

☆ آپ ﷺ کی نظر میں امیر وغریب سب برابر تھے۔

☆ لڑائی کے اکثر معرکوں میں آپ ﷺ وہاں ہوتے تھے جہاں بڑے بڑے بہادر کھڑے ہونا اپنی شجاعت کا آخری کارنامہ سمجھتے تھے۔

☆ ازواجِ مطہرات اور اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم کے گھروں میں جو کچھ آتا وہ دوسرے ضرورت مندوں اور محتاجوں کی نذر ہو جاتا تھا اور خود آپ ﷺ کی آپ کے اہل بیت کی زندگیاں اِسی تنگی اور غربت سے

بسر ہوتی تھیں۔

☆ حضور ﷺ کے گھروں میں اکثر فاقہ رہتا تھا اور کئی کئی دن تک رات کو کھانا نہیں ملتا تھا۔ دو دو مہینوں تک لگاتار گھروں میں چولہا جلنے کی نوبت نہیں آتی تھی، چند کھجوروں پر گزارا ہوتا تھا۔

☆ آپ ﷺ کبھی کسی کا احسان لینا گوارہ نہ فرماتے۔

☆ آپ ﷺ لین دین کے معاملات میں بہت صاف تھے۔

☆ جو وعدہ فرماتے اس کو پورا کرتے، کبھی بدعہدی نہیں فرمائی۔

☆ سچائی آپ ﷺ کی ایک ایسی صفت تھی کہ دشمن بھی اِس کو مانتے تھے، ابوجہل کہا کرتا تھا کہ محمد (ﷺ) میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا۔

☆ آپ ﷺ شرمیلے بہت تھے، کبھی کسی کے ساتھ بدزبانی نہیں کی۔

☆ آپ ﷺ کی طبیعت میں بہت استقلال تھا جس چیز کا پکا ارادہ ہوجاتا پھر اُس کو پورا ہی فرماتے

☆ آپ ﷺ کی بہادری بے مثال تھی۔

☆ مزاجِ مبارک میں سادگی بہت تھی۔ کھانے پینے، پہننے اَوڑھنے، اُٹھنے بیٹھنے کسی چیز میں تکلف پسند نہ تھا، جو سامنے آجاتا وہ کھالیتے، پہننے کے لیے موٹا جھوٹا جو مل جاتا اُس کو پہن لیتے۔ زمین پر، چٹائی پر، فرش پر جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔ اللہ کی نعمتوں سے جائز طور پر فائدہ اُٹھانے کی اجازت آپ ﷺ نے ضرور دی لیکن تن پروری اور عیش کو نہ اپنے لیے پسند فرمایا نہ عام مسلمانوں کے لیے۔

☆ دُنیا سے بے رغبتی کے باوجود آپ ﷺ کو خشک مزاجی اور روکھا پن پسند نہ تھا۔

☆ کبھی کبھی دلچسپی کی باتیں فرماتے۔

☆ آپ ﷺ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کسی کے گھر جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں کھڑے ہوجاتے اور اُس سے اجازت مانگتے، سامنے اس لیے نہ کھڑے ہوتے کہ نظر گھر کے اندر نہ پڑے۔

☆ صفائی کا خاص خیال رہتا۔

☆ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے تھے۔ ایک ایک فقرہ الگ ہوتا۔ کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے، جو بات ناپسند ہوتی اُس کو ٹال دیتے، زیادہ دیر چپ رہتے، بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ ہنسی آتی تو مسکرا دیتے۔

☆ ہر وقت اللہ کی خوشی کی تلاش رہتی اور ہر حالت میں دل اور زبان سے اللہ کی یاد جاری رہتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفلوں میں یا بیویوں کے حجروں میں ہوتے اور یکا یک اذان کی آواز آتی، آپ ﷺ اُٹھ کھڑے ہوتے۔ رات کا بڑا حصہ خدا کی یاد میں بسر ہوتا کبھی پوری پوری رات نماز میں کھڑے رہتے اور بڑی بڑی سورتیں پڑھتے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بڑے پیارے پیغمبر تھے، پھر بھی فرمایا کرتے کہ مجھ کو کچھ نہیں معلوم کہ میرے اُوپر کیا گزرے گی؟ (''رحمتِ عالم ﷺ'' ملخصاً، مصنفہ : علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ)

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کی سیرت پر اس طرح روشنی ڈالی ہے :

یوں تو اِس دنیا کی عمر بہت بتائی جاتی ہے مگر یہ دنیا کئی بار سو سو کر جاگی ہے اور مر مر کر زندہ ہوئی ہے، آخری بار جب یہ موت کی نیند سے بیدار ہوئی اور اس نے عقل و ہوش کی آنکھیں کھولیں، وہ، وہ دن تھا جب مکہ کے سردار عبدالمطلب کے گھر پوتا پیدا ہوا، وہ پیدا ہوا تو یتیم تھا مگر اُس نے پوری انسانیت کی سرپرستی کی اور دنیا کو نئی زندگی بخشی، سوتے میں جو عمر کٹی وہ کیا عمر ہے؟ خودکشی (اپنے کو مٹانے میں) میں جو وقت گزرا وہ کیا زندگی ہے؟ اس لیے سچ پوچھئے تو موجودہ دنیا کی کام کی عمر چودہ سو برس سے زائد نہیں، چھٹی صدی مسیحی میں انسانیت کی گاڑی ایک ڈھلوان راستے پر پڑ گئی تھی، اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا، راستے کا نشیب بڑھتا جا رہا تھا اور رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی اس گاڑی پر انسانیت کا پورا قافلہ اور آدم کا سارا کنبہ سوار تھا۔ ہزاروں برس کی تہذیبیں اور لاکھوں انسانوں کی محنتیں ہیں۔ گاڑی کے سوار میٹھی نیند سو رہے تھے یا زیادہ اور اچھی جگہ حاصل کرنے کے لیے آپس میں دست و گریبان تھے۔ کچھ تنک مزاج تھے، جب ساتھیوں سے رُوٹھتے تو ایک طرف سے دوسری طرف منہ پھیر کر بیٹھ جاتے، کچھ ایسے جو اپنے جیسے لوگوں پر حکم چلاتے، کچھ کھانے پکانے میں مشغول تھے، کچھ گانے بجانے میں مصروف، مگر کوئی یہ نہ دیکھتا کہ گاڑی کس غار کی طرف جا رہی ہے اور اب وہ کتنا قریب رہ گیا ہے۔ انسانیت کا جسم تر و تازہ تھا، مگر دل نڈھال، دماغ تھکا ہوا، ضمیر بے حس و مردہ، نبضیں ڈوب رہی تھیں اور آنکھیں پتھرانے والی تھیں، ایمان و یقین کی دولت سے عرصہ ہوا یہ انسانیت محروم ہو چکی تھی، پورے پورے ملک میں ڈھونڈنے سے ایک صاحبِ یقین نہ ملتا۔ توہمات کا ساری دنیا پر قبضہ تھا۔ انسانیت نے اپنے کو خود ذلیل کیا تھا، انسان نے اپنے غلاموں اور چاکروں کے سامنے سر جھکایا تھا، ایک خدا کے سوا سب کے سامنے اُس کو جھکنا منظور تھا۔ حرام اُس کے منہ کو لگ گیا تھا۔

شراب اُس کی گھٹی میں گویا پڑی تھی جو اُس کی دن رات کی دل لگی تھی

بادشاہ دوسروں کے خون پر پلتے تھے، اور بستیاں اُجاڑ کر بستے تھے، اُن کے کتے موج کرتے اور انسان دانے دانے کو ترستے، زندگی کا معیار اتنا بلند ہوگیا تھا کہ جینا دوبھر تھا، جو اس معیار پر پورا نہ اُترے وہ جانور سمجھا جاتا تھا، نئے نئے ٹیکسوں سے کسانوں اور دستکاروں کی کمر جھکی اور ٹوٹی جاتی تھی، لڑائی اور بات کی بات میں ملکوں کی صفائی اور قوموں کی تباہی اُن کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، سب زندگی کی فکروں میں گرفتار اور ظلم وزیادتی سے زار ونزار تھے، پورے پورے ملک میں ایک اللہ کا بندہ ایسا نہ تھا جس کو اپنے پیدا کرنے والے کی رضا مندی کی فکر ہو یا راستے کی سچی تلاش ہو۔ غرض یہ نام کی زندگی تھی مگر حقیقت میں ایک وسیع اور طویل خودکشی۔ دُنیا کی اصلاح انسانوں کے بس سے باہر تھی، پانی سر سے اُونچا ہوگیا تھا، معاملہ ایک ملک کی آزادی اور ایک قوم کی ترقی کا نہ تھا انسانیت کا بدن داغ داغ تھا، دامن تارتار، اصلاح کے لیے جو لوگ آگے بڑھے وہ یہ کہہ کر پیچھے ہٹ گئے ع

تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

فلسفی اور حکیم، شاعر اور ادیب، کوئی اس میدان کا مرد نہ نکلا، سب اس وباء کے شکار تھے، مریض مریض کا علاج کس طرح کرے؟ جو خود یقین سے خالی ہو، وہ دوسروں کو کس طرح یقین سے بھرے؟ جو خود پیاسا ہو، دوسروں کی پیاس کس طرح بجھائے؟ انسانیت کی قسمت پر بھاری قفل پڑا تھا اور کنجی گم تھی، زندگی کی ڈور اُلجھ گئی تھی اور سرا نہ ملتا تھا۔

اس دنیا کے مالک کو اپنے گھر کا یہ نقشہ پسند نہ تھا۔ آخر کار اُس نے عرب کی آزاد اور سادہ قوم میں جو فطرت سے قریب تھی، ایک پیغمبر بھیجا کہ پیغمبر کے سوا اَب اس بگڑی دنیا کو کوئی بنا نہیں سکتا تھا۔ اس پیغمبر کا نام نامی ''محمد بن عبداللہ'' ہے۔ اللہ کے لاکھوں سلام و دُرود ہوں اُن پر ۔

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا   کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

اس کی زندگی کی ہر چیز سلامت مگر بے جگہ و بے قرینہ، زندگی کا پہیہ گھوم رہا تھا مگر غلط رُخ پر، اصل خرابی یہ تھی کہ زندگی کی چول کھسک گئی تھی اور ساری خرابی اسی کی تھی۔ یہ چول کیا تھی؟ اپنے اور اس دنیا کے بنانے والے کا صحیح علم، اسی کی بندگی اور تابعداری کا فیصلہ، اُس کے پیغمبروں کو ماننا اور ان کی ہدایت و تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنا اور دوسری زندگی کا یقین۔ انہوں نے زندگی کی چول بٹھادی، مگر اپنی زندگی اور اپنے خاندان کی زندگی کو خطرے میں ڈال کر، اور اپنا سب کچھ قربان کر کے انہوں نے اس مقصد کی خاطر بادشاہی کا تاج ٹھکرادیا، دولت اور عیش کی

بڑی سے بڑی پیشکش کو نامنظور کیا، محبوب وطن کو چھوڑا، ساری عمر بے آرام رہے، پیٹ پر پتھر باندھے، کبھی پیٹ بھر کر نہ کھایا، گھر والوں کو فقر و فاقہ میں شریک رکھا، دُنیا کی ہر قربانی میں ہر خطرے میں پیش پیش، اور ہر فائدہ اور ہر لذت سے دور دور، لیکن دنیا سے اُس وقت تک تشریف نہ لے گئے جب تک کہ دنیا کو صحیح رُخ پر نہ ڈال دیا اور تاریخ کا دھارا نہ بدل دیا۔

تیئس برس میں دُنیا کا رخ پلٹ گیا، دنیا کا ضمیر جاگ گیا، نیکی کا رُجحان پیدا ہوگیا، اچھے برے کی تمیز ہونے لگی، خدا کی بندگی کا راستہ کھل گیا، انسان کو انسان کے سامنے اور اپنے خادموں کے سامنے جھکنے میں شرم محسوس ہونے لگی، اُونچ نیچ دُور ہوئی، قومی و نسلی غرور ٹوٹا، عورتوں کو حقوق ملے، کمزوروں و بے بسوں کی ڈھارس بندھی۔ غرض دیکھتے دیکھتے دُنیا بدل گئی، جہاں پورے پورے ملک میں ایک خدا سے ڈرنے والا نظر نہ آتا وہاں لاکھوں کی تعداد میں ایسے انسان پیدا ہوگئے جو اندھیرے اُجالے میں خدا سے ڈرنے والے تھے، جو یقین کی دولت سے مالا مال تھے، جو دشمن کے ساتھ انصاف کرتے تھے، جو حق کے معاملے میں اپنی اولاد کی پروانہ کرتے، جو اپنے خلاف گواہی دینے کو تیار رہتے، جو دوسروں کے آرام کی خاطر مصیبت برداشت کرتے، جو کمزوروں کو طاقتور پر ترجیح دیتے، رات کے عبادت گزار، دن کے شہسوار، دولت، حکومت، طاقت، خواہشات سب پر حاکم، سب پر غالب، صرف ایک اللہ کے محکوم، صرف ایک اللہ کے غلام، انہوں نے اس دنیا کو علم، یقین، امن، تہذیب، رُوحانیت اور خدا کے ذکر سے بھر دیا۔ زمانے کی رُت بدل گئی، انسان کیا بدلا جہان بدل گیا، زمین و آسمان بدل گیا، یہ سارا انقلاب اسی پیغمبر کی کوشش اور تعلیم کا نتیجہ ہے۔ آدم کی اولاد پر آدم کے کسی فرزند کا احسان نہیں جیسا محمد رسول اللہ ﷺ کا دنیا کے انسانوں پر ہے۔ اگر اس دنیا سے وہ سب لے لیا جائے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کو عطا کیا ہے تو انسانی تہذہب ہزاروں برس پیچھے چلی جائے گی اور اس کو اپنی زندگی کی عزیز ترین چیزوں سے محروم ہونا پڑے گا۔ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا دن مبارک کیوں نہ ہو کہ اس دنیا کا سب سے مبارک انسان پیدا ہوا جس نے اس دنیا کو نیا ایمان اور نئی زندگی عطا کی ۔

بہار اَب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے وہ سب پود اِنہی کی لگائی ہوئی ہے

(کاروانِ مدینہ : مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ) (جاری ہے)

باادب بانصیب

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے جامعہ مدنیہ دارالارشاد اٹک شہر
میں تشریف آوری کے موقع پر یہ بیان فرمایا

❁❁❁

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ باللّٰه من شرور انفسنا ومن سيّات اعمالنا من يهده اللّٰه فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له ونشهد ان سيّدنا وحبيبنا وشفيعنا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم تسليماً كثيراً. امابعد فقد قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم أنما بعثت معلما.

یہاں اس مرکز میں حاضری اس لیے ضروری ہے کہ یہ بزرگوں کی جگہ ہے اور ان بزرگوں کے ساتھ رابطہ اور تعلق جس طرح ان کی حیات میں مفید ہوتا ہے اور ضروری بھی ہوتا ہے اسی طرح ان کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ تعلق ضروری بھی ہے اور مفید بھی۔ مولانا (یعنی حضرت مولانا قاضی ارشد الحسینی صاحب) کے حکم کی بنیاد پر میں آپ کی خدمت میں دو چار باتیں عرض کرنے کے لیے حاضر ہوگیا ہوں، بات کوئی لمبی چوڑی مجھے نہیں کرنی طالب علموں سے یہ کہنا ہے کہ وہ طلبِ علم کے زمانے میں اپنی پوری توجہ حصولِ علم پر خرچ کریں، اپنے اندر قابلیت پیدا کریں استعداد پیدا کریں۔ قابلیت اور استعداد انسان کے لیے زندگی کے ہر مرحلے میں مفید ہوتی ہے اور اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ طالب علمی کا زمانہ لاپرواہی اور غفلت میں گزارتے ہیں بعد میں ان کو حسرت رہتی ہے اور افسوس ہوتا ہے اور وقت گزر چکا ہوتا ہے اس لیے تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے تو وہ بیچارے مایوسی کی زندگی گزارتے ہیں۔ آدمی اگر اس زمانہ میں کوشش کرے اور کوشش کے ساتھ ساتھ تقوٰی بھی اختیار کرے، اساتذہ اور دیگر آلاتِ علم کا ادب واحترام بھی کرے تو پھر وہ خوش نصیب ثابت ہوتا ہے اس بناء پر آپ کو ان باتوں کا خیال کرنا چاہیے۔

خوب محنت کریں خوب کوشش کریں کئی طالب علم یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم پڑھتے بھی ہیں سمجھ میں بھی آتا ہے لیکن یاد نہیں رہتا اور یاد نہ رہنے کی بناء پر ہم کو مایوسی ہوتی ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے بالکل غلط ہے۔ اگر آپ سمجھ کر پڑھ رہے ہیں اور وہ آپ کو یاد نہیں رہا تب بھی آپ یہ اطمینان فرمائیں کہ وہ سمجھ کر پڑھا ہوا ضائع نہیں ہوگا اور اپنے وقت پر مفید بھی ہوگا اور کارآمد بھی ہوگا۔ علاوہ اس کے دوسری بات یہ کہ جب آدمی علم کے ساتھ تقوی اختیار کرتا ہے اور برابر علم کی تحصیل کے اندر وہ مشغول رہتا ہے تو اُس کی پڑھی ہوئی چیزیں مختلف عنوانات سے اُس کے سامنے آتی رہتی ہیں، تو چونکہ وہ مختلف عنوانات سے اس کے سامنے آتی رہتی ہیں، اس لیے ضروریات پوری کردیتی ہیں لہٰذا اس بناء پر یہ خیال ہی نہیں کرنا چاہیے کہ ہمارا حافظہ کمزور ہے، اس خیال کو نکال دیں۔ اپنے حافظے کو کمزور نہ سمجھیں یہ کوشش کریں کہ سمجھ میں آجائے جب سمجھ میں آجائے گا تو پھر انشاءاللہ وہ مفید ہی ہوگا اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ مختلف کتابوں اور مختلف مضامین کو پڑھنے کے دوران وہ چیزیں بار بار آپ کے سامنے آتی رہیں گی اس طرح یاد بھی ہوجائیں گی۔ اس کے علاوہ دوسرا کام یہ کرنا ہے کہ اس ماحول کے اندر جب تک آپ یہاں رہتے ہیں تو آپ محفوظ ہوتے ہیں اور جب آپ یہاں سے باہر جاتے ہیں تو وہاں آپ کے سامنے ایسے مناظر بہت آتے ہیں جو انسان کی رُوحانیت کے لیے سخت مضر ہیں۔ بہت سی چیزیں اس طرح کی سامنے آتی ہیں اور نظریں وہاں اُن تمام چیزوں پر پڑتی ہیں جو رُوحانیت کے لیے مضر ہیں اس لیے آپ اس کی کوشش کریں کہ باہر ہی نہ نکلیں، یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ آپ کی تمام ضروریات یہاں پوری کی جاتی ہیں اور بدرجہ مجبوری اگر نکلنا پڑے جیسا کہ ہوتا ہے تو پھر اپنی نگاہوں کی حفاظت کا بڑا اہتمام کریں۔ نگاہوں کی حفاظت نہ کی جائے تو انسان کی رُوحانیت متأثر اور مجروح ہوتی ہے تو اس کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ جتنی آپ کی رُوحانیت محفوظ ہوگی اُتنا ہی آپ کے علم میں برکت بھی ہوگی، آپ کا علم مفید بھی ہوگا اُتنا ہی اُس علم سے آپ خود استفادہ کرسکیں گے۔ اس لیے اس کی کوشش کرنی چاہیے کہ اپنی رُوحانیت متأثر نہ ہونے دی جائے۔

اس کے علاوہ طالب علموں میں ایک عام مرض یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی مجلسوں میں آزاد ہوکر بیٹھتے ہیں تو اساتذہ پر تبصرے کرتے ہیں اور اساتذہ پر تنقید کرتے ہیں، ان کا یہ عمل بھی ان کی علمی استعداد اور علمی قابلیت کے لیے سخت مضر ہے۔ جس طرح آپ ان کے سامنے مؤدب ہوتے ہیں اسی طرح ان کی غیر موجودگی میں اُن کا ادب آپ کے دلوں میں ہونا چاہیے، جو آدمی جتنا بھی اپنے استاد کی عزت کررہا ہوگا اور اُستاد کے ساتھ اس کی عقیدت

وابستہ ہوگی تو اتنا ہی اُس کے علم میں افادیت کا پہلو نمایاں ہوگا۔ ہم نے ایسے بہت لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے علمی استعداد تو بہت پیدا کی لیکن اساتذہ کا ادب اُن کے پاس نہیں تھا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حصولِ علم سے نہ اُن کو کچھ فائدہ ہوا اور نہ اُن کے علم سے دوسروں کو کوئی فائدہ ہوا، ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ تو اس بناء پر اس بات کا بہت زیادہ اہتمام کیا جائے کہ اپنے اساتذہ کا ادب ہو آپ میں، یہاں چھوٹے چھوٹے بچے آتے ہیں ان چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش بھی اساتذہ کرتے ہیں یہ مدرسہ کرتا ہے، تو یوں پرورش کے ساتھ وہ بچپن کی حدود سے جوانی کی حدود میں داخل ہو جاتے ہیں اور جب آئے تھے تو وہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے، یہاں رہتے ہوئے اُن کو علم بھی حاصل ہو جاتا ہے اُن کو سمجھ بھی حاصل ہو جاتی ہے تو اتنا خیال اور احسان کرنے والے اساتذہ کیا اس قابل نہیں ہیں کہ ان کا احترام کیا جائے اور ان کے ساتھ محبت رکھی جائے۔

ہمارے ایک استاد تھے حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ [1] وہ ایک قصہ سناتے تھے اور ایک مرتبہ انہوں نے یہ قصہ نہیں سنایا بلکہ کئی مرتبہ یہ قصہ انہوں نے سنایا، تو وہ فرماتے تھے کہ ایک طالب علم تھا جہلم کا، دارالعلوم دیوبند میں پڑھتا تھا اور ابتداء سے لے کر آخر تک اُس نے وہیں پڑھا، بہت صالح اور نیک طالب علم تھا جب اُس کے فارغ ہونے کے بعد اس کا وطن جانے کا وقت آیا تو وہ اساتذہ کی خدمت میں آکر بہت روتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ میں اپنے گاؤں جا رہا ہوں لوگ یہ کہیں گے کہ یہ دیوبند سے پڑھ کر آیا ہے معلوم نہیں کتنا بڑا عالم ہے کتنا بڑا فاضل ہے اور آپ اساتذہ کو معلوم ہے کہ مجھے آتا کچھ بھی نہیں جانتا کچھ بھی نہیں، وہ بہت غبی تھا کند ذہن تھا، مجھے تو کچھ بھی حاصل نہیں ہوا آپ کی صحبت حاصل ہوئی اور کچھ نہیں۔ اب میں بہت پریشان ہوں میں وہاں جاؤں گا تو کیا ہوگا؟ لوگ تو انتظار کر رہے ہیں برسوں سے کہ میں پڑھ کر دیوبند سے آؤں گا۔ تو وہ (مولانا معراج الحق صاحب) فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ ہمارا سفر ہوا پنجاب کا اسی علاقے میں، تو ہم نے خیال کیا کہ وہ دارالعلوم میں اُستادوں کی خدمت کیا کرتا تھا چلیں اُس سے جا کر ملیں تو اس کے گاؤں وغیرہ کا پتہ کچھ ان کو معلوم تھا، راستے میں وہ فرمانے لگے کہ ہم کئی آدمی تھے دارالعلوم کے اساتذہ تھے جو اس کی ملاقات کے لیے جا رہے تھے۔ دیہات کا معاملہ آپ کو معلوم ہے ایسے ہی ہوتا ہے کہ آپ کسی سے پوچھیں کہ فلاں گاؤں کہاں ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ جی یہ سامنے ہی ہے بہت ہی قریب ہے اور ہوتا بہت دُور ہے، تو اس مقام پر جب اس کا پتہ پوچھنے لگے تو انہوں نے کہا

---

[1] یہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے ماموں تھے اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس بھی۔

کہ مولوی فلاں کا گھر کہاں ہے کتنا دور ہے؟ تو مولانا فرماتے ہیں کہ وہ یہ سن کر ناراض ہو گئے۔ ناراض کیوں ہو گئے کہ تم ہمارے حضرت کو مولوی کہتے ہو بہت ناراض ہوئے کہ یہ تو بہت بڑے حضرت ہیں تم گستاخی کر رہے ہو ان کی شان میں، تو ہمیں بڑی پریشانی ہوئی کہ وہ کہاں سے اتنا بڑا حضرت بن گیا اتنا بڑا عالم بن گیا کہ ہمارے صرف مولوی کہنے پر یہ لوگ اتنا غصے ہو گئے۔

غرضیکہ دو تین جگہ سے ہم نے پوچھا تو لوگ ناراض ہو گئے اور ناراضگی کی وجہ یہی تھی کہ ہم ادب نہیں کر رہے تھے تو بہر حال وہاں پہنچ گئے بہت حیران ہوئے کہ وہ تو بہت غبی تھا مگر خدمتگار تھا تو ہم نے اُس سے کہا کہ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہاں آتے ہوئے کئی جگہ ہم نے پوچھا تو لوگوں نے ہم کو ڈانٹا اور کہا کہ ہمارے حضرت کا ادب نہیں کرتے اور عام مولویوں کی طرح کہہ رہے تو یہ کیوں ایسا ہوا اِس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس نے کہا حضرت میں تو جو کچھ ہوں آپ کو معلوم ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ میں جب دیوبند سے آیا اور یہاں پہنچا تو ہمارے علاقے میں یہاں پر بریلویوں کا بڑا زور تھا اس زور کی وجہ سے لوگوں نے میرے آنے سے پہلے ہی طے کر دیا تھا کہ ہمارا عالم آرہا ہے اور اُس کا مناظرہ ہوگا تمہارے عالم کے ساتھ۔ انہوں نے جب مناظرے کی خبر سنائی تو میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ میری وجہ سے دیوبند بدنام ہوگا اس لیے کہ مجھے تو کچھ آتا نہیں، کیوں نام دیا مناظرے کے لیے۔ کہتے ہیں کہ میں نے منع کیا بہت منع کیا، کہا یہ تو ہو ہی نہیں سکتا آپ آ گئے ہیں دیوبند سے پڑھ کر آئے ہیں، ان لوگوں نے ہمارا ناطقہ بند کر رکھا ہے اب تو مناظرہ ضرور ہوگا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ وہ آ گئے اور مناظرے کا انتظام ہوا، ایک طرف ہم بیٹھ گئے اور دوسری طرف وہ لوگ بیٹھ گئے۔ پہلے اُن کے مناظر نے کھڑے ہو کر دیوبندی مسلک پر اعتراضات کیے اب، ان کے اعتراضات کا جواب مجھے دینا تھا تو وہ کہتا ہے کہ جب میں کھڑا ہوا، کھڑا تو ہونا تھا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ۲ میری دائیں جانب آکر کھڑے ہو گئے اور اُن کے ایک ایک اعتراض کا جواب انہوں نے مجھے بتایا اور میں نے وہ جواب دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی مرحلہ میں اُن کا مناظر بھاگ گیا۔ یہ واقعہ جب پیش آیا تو اس کے بعد سے لوگوں کا میرے لیے عقیدت کا احترام کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ بریلوی مسلک کے لوگ بھی مرعوب ہو کر خاموش ہو گئے اور انہوں نے اپنی سرگرمیاں ختم کر دیں۔

---

۲ حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا نام زبان پر لاتے ہی مولانا رونے لگے۔

تو دوستو ! یہ بات ممکن ہے کہ آپ میں سے بہت لوگوں کو اس بات پر اشکال ہو تو وہ اُن کو مبارک ہو، میں تو اپنے اُستاد کا نقل کیا ہوا واقعہ بیان کر رہا ہوں جو انھوں نے مجھ سے ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ بیان کیا۔ تو معلوم ہوا کہ اگر آدمی میں قابلیت نہ بھی ہو مگر وہ اپنے بزرگوں سے محبت کرتا ہو، بزرگوں سے اس کی عقیدت وابستہ ہو، اُن کا ادب واحترام کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ کرامت کے طور پر ایسی صورت پیدا فرما دیتے ہیں کہ وہ مفید ہوتا ہے اور لوگوں کو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ بہر حال منشاء یہ تھا کہ آپ لوگ اساتذہ کا بھی ادب کریں۔ ان کے ساتھ آپ کو محبت ہونی چاہیے اور عقیدت آپ کے دل میں ہونی چاہیے۔ جس طرح آپ اُن کے سامنے گردن جھکا کر سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنے ادب کا اظہار کرتے ہیں اُن کی عدم موجودگی میں بھی اسی طریقے سے آپ کا رویہ ہونا چاہیے تو اس سے انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

تو اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا علم عطا فرمائے جس سے آپ کو بھی فائدہ ہو اور خلقِ خدا کو بھی۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے علم سے اُن کو فائدہ ہوتا ہے لیکن اُن کے علم سے دوسروں کو فائدہ نہیں ہوتا، کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے علم سے لوگوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے اُن کو خود کو فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا علم عطا فرمائے جس سے ہمیں بھی فائدہ حاصل اور خلقِ خدا کو بھی۔ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو دِن دُگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرما دیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

کلامِ الٰہی میں دُعا کی اہمیت وتاکید

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی ﴾

دُعا کے سلسلہ میں حکمِ خداوندی :

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (پ ۸ سورۃ الاعراف آیۃ ۵۵)

''تم اپنے رب سے تضرع ظاہر کرتے ہوئے اور چپکے سے دعا کیا کرو، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں فرماتے جو حد سے نکل جانے والے ہیں''۔

اس آیت میں خداوند قدوس نے نہایت ہی تضرع وتخشع عاجزی اور ذلت کے ساتھ دعا کا حکم دیا۔ یہی بندہ کا اللہ پاک کے نزدیک قیمتی سرمایہ ہے۔ دُعا کے یہ دو اہم آداب ہیں جو اس میں مذکورہ ہیں۔ تضرع اور اخفاء۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آہستہ اور پست آواز میں دعا کرنے میں ستر درجہ فضیلت ہے بمقابلہ جہر کے۔ (مظہری جلد۳ صفحہ۳۶۱)

احکام القرآن میں جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ آہستہ دُعا مانگنا بہ نسبت اظہار کے افضل ہے۔ حسن بصریؒ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے۔ (مظہری ج۳ ص۳۴)

البتہ تعلیماً کہ دعا کرنے کا طریقہ آجائے دُعائیہ کلمات معلوم ہوجائیں، جہر میں کوئی قباحت نہیں۔ اسی طرح بعض مواقع پر جہر کی بھی اجازت ہے۔ معارف القرآن میں ہے کسی خاص موقع پر خاص دُعا پوری جماعت سے کرانا مقصود ہو تو ایسے موقع پر ایک آدمی کسی قدر بلند آواز سے دعا کے الفاظ کہے اور دوسرے آمین کہیں، اس میں مضائقہ نہیں۔ (مظہری جلد۳ صفحہ۵۷۸)

خدا کی جانب سے قبولیتِ دعا کا وعدہ :

قبولیتِ دعا کے سلسلے میں ارشادِ خداوندی ہے :

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ. (پ۱ سورہ بقرہ آیت ۱۸۶)

''اور میرے بندے جب آپ (ﷺ) سے میرے متعلق سوال کریں تو آپ میری طرف سے فرما دیجئے میں قریب ہی ہوں، دُعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ دعا کرتا ہے۔ میرا حکم وہ قبول کریں مجھ پر یقین کریں شاید وہ کامیاب ہو جائیں''۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ دعا سے مت گھبراؤ اللہ پاک نے ہم پر یہ آیت اُتاری ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ تو حضرات صحابہ کرامؓ نے کہا ہمیں نہیں معلوم کس وقت دعا کریں تو اللہ پاک نے یہ آیت اُتاری۔ (مظہری جلد ا صفحہ ۲۰۰) یعنی جب بندے بھی بندے دعا کریں ہمیں قریب پائیں گے۔

دعا سے تکبر کرنے والے کا انجام....دوزخ :

دُعا کا حکم اور اس سے تکبر و اعراض پر جہنم انجام ہونے پر ارشادِ خداوندی :

وَقَالَ رَبُّکُمُ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ط اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ . (پ ۲۴ سُورة المؤمن آیت ۶۰)

''تمہارے رب کا فرمان ہے، مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے (دُعا سے، کہ یہ بھی عبادت ہے) تکبّر و اعراض کرتے ہیں، ذلت وخواری کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے''۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص دعا اور اللہ پر یقین نہ ہونے کی وجہ سے دعا سے گریز کرتا ہے اپنی حاجت کے اقرار اور پیش کرنے کو خلافِ شان سمجھتا ہے جو تکبّر اور بے نیازی پر متفرع ہے ایسے شخص کو خداوندِ قدوس ذلت وخواری کے ساتھ دوزخ میں ڈالیں گے۔

پریشان حال کی دعا اللہ ہی قبول فرماتے ہیں :

مضطر، بے کس و مجبور کی دُعا کے قبول ہونے کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے :

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ . (پ ۱۹ سورة النمل آیة ۶۲)

''کون ہے جو بے کس و مضطر کی پریشانیوں کو دُور کرتا ہے جب وہ (اس سے) دعا کرتا ہے، اور تم کو زمین پر خلیفہ (متصرف) بناتا ہے، کیا اُس کے ساتھ کوئی معبود شریک ہے، کم ہی لوگ نصیحت قبول کرتے ہیں''۔

فائدہ : یعنی مضطر و بے کس و بے سہارا لوگوں کی پریشانیوں کو کون دور کرتا ہے۔ایسوں کی دعاؤں کو صرف اللہ پاک ہی قبول فرماتے ہیں، وہی حوادث و مصائب کو اُن سے دور کرتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ مضطر کی دعا کو خصوصی طور پر خداوند قدوس قبول فرماتے ہیں۔احادیث میں بھی ایسوں کی دعا کی قبولیت کا ذکر ہے۔

شبِ آخر میں اُمید و خوف کے ساتھ دُعا :

شبِ آخر میں اُمید و خوف کے ساتھ دعا کرنے کی اہمیت پر ارشادِ خداوندی ہے :

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ . (پ ۲۱ سورۂ الم السجدہ آیۃ ۱۶)

''خواب گاہوں سے اُن کے پہلو جدا رہتے ہیں اپنے رب سے اُمید و خوف کی حالت کے ساتھ دُعاؤں میں لگے رہتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں''۔

مطلب یہ ہے کہ تہجد کے موقع پر جو بستروں سے الگ ہو کر نماز اور دعاؤں میں اُمید و خوف کے ساتھ مشغول رہتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ قابلِ تعریف مقرب بندے ہیں۔ہمارے مخصوص بندوں کی یہی شان ہے۔

نیکی میں سبقت اور اُمید و خوف کے ساتھ دُعا کرنے والے :

نیکی میں آگے بڑھنے اور دُعا کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے :

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِی الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ط وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ. (پ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیۃ ۹۰)

''یقیناً یہ لوگ نیکیوں میں آگے بڑھنے والے اور رغبت و خوف کے ساتھ دُعا کرنے والے اور عاجزی ظاہر کرنے والے ہیں''۔

✿✿✿

مسئلہ توسل پر اعتراض

﴿ حافظ مجیب الرحمٰن اکبرؔی، ڈیرہ اسماعیل خان ﴾

منور صاحب لکھتے ہیں :

''مسلک پرستوں کے نزدیک دعاؤں میں وسیلہ واسطہ دینا جائز ہے''

چنانچہ لکھتے ہیں :

''دعاؤں میں انبیاء علیہم السلام اور صلحاء و اولیاء، شہداء و صدیقین کا توسل جائز ہے ان کی حیات میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی۔ حیات تک تو توسل کا معاملہ اس حد تک درست تھا کہ ان سے دعا کرائی جائے جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عمرہ پر روانگی کے وقت نبی ﷺ نے ان سے کہا کہ **ای اخی اشرکنا فی دعائك ولا تنسنا** '' اے میرے چھوٹے بھائی ہمیں اپنی دعا میں شریک کرنا اور نہ بھولنا'' اور یہ دُعا ہر زندہ مومن سے کرائی جا سکتی ہے لیکن مرنے کے بعد ان کا وسیلہ پکڑنا کھلا شرک ہے''۔ (اسلام یا مسلک پرستی ص۱۹)

توسل بالذات کی تقریباً تین صورتیں ہیں :

(۱) ایک نیک شخصیت کی زندگی میں ان سے دعاء کرائے بغیر ان کی ذات کا وسیلہ پیش کرنا یہ سنت نبوی سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ فقراء مہاجرین کا وسیلہ پیش کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۴۷ ج ۲ بحوالہ شرح السنہ منتخب کنز العمال بر مسند احمد ص ۶۵ ج ۳ بحوالہ طبرانی) اور اپنی ذات کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی۔ (خلاصۃ الوفاء ص۲۰۲، ۲۰۳ بحوالہ معجم طبرانی اوسط و کبیر)

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی نیک شخصیت دنیا سے رخصت ہو چکی ہو اُس کی ذات کا وسیلہ پیش کرنا یہ بھی سنت نبوی سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے لیے دُعاء مغفرت کرتے ہوئے اپنی ذات کے ساتھ دوسرے انبیاء علیہم السلام کا وسیلہ پیش فرمایا **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ**

نَبِیِّکَ وَالْاَنْبِیَآءِ الَّذِیْنَ قَبْلِیْ (ایضاً ص ۲۰۲) اور حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ نے ایک صاحبِ حاجت کو تعلیم کی اور اُس نے نبی کریم ﷺ کا وسیلہ پیش کر کے حاجت چاہی تو اُس کی حاجت پوری ہوئی۔ (معجم صغیر ص ۱۰۴ خلاصۃ الوفاء بحوالہ بیہقی) اور حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک دعا تعلیم فرمائی جس میں نبی ﷺ اور ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کا وسیلہ پیش کیا گیا۔ (جمع الفوائد ص ۴۵۸ ج ۱)

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی نیک شخصیت جو اَبھی تک دنیا میں نہیں آئی اُس کا وسیلہ پیش کر کے دعا کی جائے۔ یہ صورت بھی قرآن مجید سے ثابت ہے کہ یہود آپ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے کفار کے مقابلہ میں آپ کے وسیلہ سے فتح کی دعا کیا کرتے تھے (سورۂ بقرہ) اور حضرت آدم علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کا وسیلہ پیش کر کے دعا فرمائی (دُرِ منثور ص ۵۸ ج ۱)۔ اس روایت پر اگرچہ کچھ محدثین نے کلام کیا ہے لیکن امام حاکمؒ اور نورالدین سمہودیؒ اور امام سبکیؒ وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے صرف ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید پر کلام کیا گیا ہے لیکن وہ کذاب اور وضاع نہیں ہے اس لیے یہ روایت بھی موضوع نہیں ہے ایسی روایت سے مسئلہ توسل کی دلیل لینا درست ہے۔

یہ سب صورتیں احادیث سے ثابت ہیں مگر منور صاحب ان کو نہیں مانتے حالانکہ صحیح احادیث کے انکار کو برا بھی مانتے ہیں لیکن ایک صورت کو تسلیم کرتے ہیں کہ نیک شخص کی زندگی میں اس طرح وسیلہ پیش کیا جائے کہ ان سے دعاء کرائی جائے۔ سوال یہ ہے کہ کیا جب ایک شخص اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے ہوئے کہے یا اللہ اپنے نبی ﷺ کے طفیل میری حاجت پوری فرما کیا وہ غیر اللہ کو پکار رہا ہے کہ آنجناب اس پر پکار کی آیات چسپاں کرتے ہیں؟ کیا وہ غیر اللہ کی عبادت کر رہا ہے کہ اِس پر آنجناب **مانعبدھم الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفی** کی آیت پڑھتے ہیں؟ کیا وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہوئے اللہ کو دُور سمجھتا ہے کہ آنجناب **فانی قریب** کی آیت پڑھتے ہیں؟ کیا وہ اللہ کو نہ سننے اور نہ جاننے والا سمجھتا ہے کہ آپ **علم وسمع** کی آیات پڑھتے ہیں؟ اور یہ بھی فرمائیے کہ جب آنجناب کہتے ہیں کہ زندہ سے دعاء کرائی جا سکتی ہے تو مثلاً زید ایک بزرگ کو کہتا ہے میرے لیے اللہ تعالیٰ سے فلاں دعا کریں تو یہ ایسے ہوا جیسے بادشاہ سے براہِ راست مانگنے کے بجائے بالواسطہ کسی کام کی درخواست کی جائے تو کیا یہ واسطہ بنانے والا **ھٰؤلاء شفعاء نا عنداللّٰہ** کہنے والوں کی طرح نہیں ہوتا اور کسی فوت شدہ بزرگ کو وسیلہ پیش کیا تو وہ **ھٰؤلاء شفعاء نا** کہنے والوں جیسا بن گیا؟ انصاف چاہیے کیا دونوں صورتیں ایک جیسی نہیں

ہیں؟ اگر فرق ہے تو صرف اتنا کہ براہِ راست کی صورت میں گویا بادشاہ کو کہا تجھے اپنی فوت شدہ والدہ کا واسطہ دیتا ہوں میرا کام کردے اور بالواسطہ کی صورت میں وزیر کو کہا میرے لیے بادشاہ سے کہے کہ فلاں کام کردے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ بالواسطہ کی صورت کو آنجناب ناجائز کہتے کہ وہ ظاہر میں ھٰؤلاء شفعاء نا عنداللّٰہ کا مصداق بن سکتی ہے اور براہِ راست کی صورت جائز کہتے۔ لیکن منور صاحب اُلٹی چال چلتے ہیں بالواسطہ کو (کہ وزیر بادشاہ کو کہے، آدمی بزرگ سے دعاء کرائے) تو جائز کہتے ہیں اور براہِ راست کو (کہ آدمی خود اللہ سے دعا کرے بوسیلہ فلاں کام کردے) کھلا شرک کہتے ہیں۔

ایک جھوٹی روایت :

منور صاحب لکھتے ہیں کہ ''وسیلے کا شرک ایک مدت سے چلا آرہا تھا اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے جب یہ مسئلہ لایا گیا تو وحی نازل ہوئی واذا سألك عبادى عنى فانى قريب (اسلام یا مسلک پرستی ص۲۱)۔ یہ جھوٹ ہے کسی بھی چھوٹی سے لے کر بڑی کتاب یا تفسیر میں آیتِ مبارکہ کا یہ سببِ نزول بیان نہیں ہوا، یہ ڈاکٹر مسعود عثمانی کا منگھڑت ہے جس وضاع کے منور صاحب لکیر کے فقیر کی طرح مقلد ہیں (وسیلے کا شرک ص۵ اور یہ قبریں یہ آستانے ص۸)

علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ کا مسلک :

منور صاحب مسئلہ توسل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> ''علامہ آلوسی تفسیر رُوح المعانی ج۶ ص۱۲۵ پر لکھتے ہیں کہ کسی شخص سے درخواست کرنا اور اُس کو اِس معنی میں وسیلہ بنانا کہ وہ دعاء کرے اِس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں بشرطیکہ جس سے درخواست کی جارہی ہو وہ زندہ ہو۔ دوسری طرف میت یا غائب شخص سے دعا کرانے کے ناجائز ہونے میں کسی عالم کو بھی شک نہیں ہے الخ''۔ (اسلام یا مسلک پرستی ص۲۳ اور وسیلے کا شرک ص۱۰)

اس عبارت کا تعلق استمداد سے ہے توسل سے نہیں ہے۔ اس کی زیادہ تفصیل مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی عبارت میں ہے وہ فرماتے ہیں :

> ''استمداد تین قسم پر ہے ایک یہ کہ اہل قبور سے مدد چاہے اِس کو سب فقہاء نے ناجائز لکھا ہے،

دوسرے یہ کہ کہے اے فلاں خدا سے دعا کرو کہ فلاں کام میرا پورا ہو جائے یہ مبنی اُوپر مسئلہ سماع کے ہے جو سماع موتیٰ کے قائل ہیں اُن کے نزدیک درست دوسروں کے نزدیک ناجائز۔ اسی کو شیخ (عبدالحق دہلویؒ) نے لکھا **وان الاستمداد باھل القبور فی غیر النبی والانبیاء علیھم السلام فقد انکرہ کثیر من الفقھاء** (اہل قبور سے مدد چاہنا (نبی علیہ اسلام اور انبیاء علیہم السلام کے سوا میں) بہت سے فقہاء نے انکار کیا ہے)۔ انبیاء علیہم السلام کو اِس وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں تیسرے یہ کہ دعاء مانگے الٰہی بحرمتِ فلاں میرا کام پورا کردے یہ بالاتفاق جائز ہے اور تمام شجروں میں موجود ہے۔ (فتاوٰی رشیدیہ)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی عبارت کا تعلق دوسری صورت سے ہے پہلی صورت کو تو سب فقہاء نے ناجائز کہا۔ علامہ آلوسی بھی ناجائز کہتے ہیں ''**واعظم من ذالك انھم یطلبون من اصحاب القبور نحو اشفاء المریض واغناء الفقیر وردالضالة وتیسیر کل عسیر**(روح المعانی ص ۱۲۷ ج ۶) کہ لوگ قبروالوں سے مریض کو شفا دینا، فقیر کو مالدار کرنا اور گم شدہ چیز واپس لانا اور ہر مشکل کی آسانی مانگتے ہیں۔ لیکن تیسری صورت جس میں بحث ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

انالااریٰ بأسا فی التوسل الی اللّٰہ تعالیٰ بجاہ النبی ﷺ عنداللّٰہ تعالیٰ حیاًو میتاً میں اس میں حرج نہیں سمجھتا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں جو جاہ ومرتبہ حاصل ہے اُس جاہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پیش کیا جائے۔ اور ''**التوسل بجاہ غیر النبی ﷺ لابأس بہ ایضاً** '' نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کے جاہ ومرتبہ سے توسل میں بھی حرج نہیں ہے اگر معلوم ہو کہ واقعی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا مرتبہ ہے''۔ (رُوح المعانی ص ۱۲۷، ۱۲۸ ج ۶)

امام ابوحنیفہ وامام ابو یوسف رحمہما اللہ کا حوالہ :

منور صاحب شرح کرخی للقدوریؒ باب الکراھۃ اور ہدایہ کے حوالے سے استدلال کرتے ہیں کہ ''امام ابوحنیفہؒ نے کہا میں ناجائز سمجھتا ہوں کہ کوئی یوں کہے کہ بحق تیری مخلوق کے اور یہی قول امام ابو یوسفؒ کا ہے الخ'' (اسلام یا مسلک پرستی ص ۲۳) (باقی صفحہ ۵۴)

ایک اور قادیانی سکینڈل .... ملک کو کروڑوں کا ماہانہ ٹیکہ

﴿ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب ﴾

دُنیا جانتی ہے حکومت اور قادیانیت مانتی ہے کہ ائیر فورس کے ائیر مارشل ظفر چوہدری سکہ بند، جنونی اور متعصب قادیانی تھا۔ عمر بھر وہ فوج کے بڑے عہدے سے فائدہ اُٹھا کر قادیانی افراد کو فوج میں بھرتی کرتا رہا۔ اسے جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عہدِ اقتدار میں فارغ کیا گیا تھا۔ اس کا بیٹا جو ریٹائرڈ کرنل ہے اُس کا نام عامر چوہدری ہے، یہ بھی سکہ بند قادیانی ہے۔ قادیانی ابن قادیانی۔ کریلا نیم چڑھا۔ اس عامر چوہدری قادیانی نے انٹرنیشنل گیٹ وے کھولا ہوا تھا۔ کروڑوں روپے ماہانہ ناجائز کما تا رہا۔ اسلام آباد، کراچی اور لاہور میں کمپیوٹر پوسٹل کالج اور پاکستان پوسٹ کی انتظامیہ سے معاہدہ کے ذریعہ کمپیوٹر ٹریننگ سنٹر کا لائسنس لیا۔ آغا مسعود الحسن پاکستان پوسٹ کے سربراہ بھی ان کے کاروبار اور عقیدہ و مذہب کے بیوپار میں برابر کے شریکِ عمل ہیں۔ پاکستان کو کروڑوں کا ماہانہ قادیانی نقصان پہنچانے کا یہ صرف ایک کیس سامنے آیا ہے۔ فوجی عہدِ اقتدار میں اس قادیانی کو بھی بچالیا جائے گا۔ یہ آنے والے وقت پر منحصر ہے۔ ایک خبر جن سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی وہ پیش خدمت ہے۔ سوچیے! کہ قادیانی ملک کے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔

> ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی، پی ٹی سی ایل اور ایف آئی اے کا اسلام آباد، لاہور اور کراچی میں گرینڈ اپریشن ملزم لیفٹیننٹ ریٹائرڈ کرنل عامر چوہدری منیجر سمیت گرفتار، سابق ائیر چیف ظفر چوہدری کے کرنل (ر) بیٹے کا غیر قانونی انٹرنیشنل فون گیٹ وے پکڑا گیا۔ عامر چوہدری نے کمپیوٹر ٹریننگ کی آڑ میں پوسٹل کالج سے معاہدہ کر کے اسلام آباد، لاہور اور کراچی میں گیٹ وے بنا رکھے تھے، انٹرنیشنل کالز لوکل کالز میں ٹرانسفر کی جاتیں، خزانے کو کروڑوں کا نقصان، ماہانہ ۷۰ ہزار منٹ غیر قانونی ٹریفک استعمال کی، ملزم کا اعتراف، کروڑوں کی ناجائز آمدنی مشترکہ اکاؤنٹ میں جمع کرائی جاتی، گرفتاری کے وقت دھمکیاں، سفارشی فونوں کا تانتا بندھ گیا!

اسلام آباد (تحقیقاتی رپورٹ، ملک منظور احمد) پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی، ایف آئی اے اور پی ٹی سی ایل کی مشترکہ ٹیم نے پوسٹل سٹاف کالج اسلام آباد میں قائم غیر قانونی انٹرنیشنل ٹیلی فون گیٹ چلانے والے پاک فضائیہ کے سابق سربراہ ائیر مارشل ریٹائرڈ ظفر چوہدری کے فرزند ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کرنل عامر چوہدری کو گرینڈ آپریشن کے دوران دِن دیہاڑے گرفتار کرلیا ہے۔ ملزم لیفٹیننٹ کرنل (ر) عامر چوہدری نے گرفتاری کے فوراً بعد اعترافِ جرم کرلیا ہے۔ ٹیلی کام ایکٹ کے سیکشن 31 کی خلاف ورزی پر ملزم کو دو سال قید اور ایک کروڑ جرمانہ یا دونوں سزائیں ہوسکتی ہیں۔ سوموار کے روز دن ساڑھے 3 بجے سے لے کر شام 7 بجے تک ایف آئی اے، پی ٹی اے اور پی ٹی سی ایل کی مشترکہ ٹیم کا گرینڈ آپریشن پوسٹل کالج G-8 مرکز میں جاری رہا۔ ایف آئی اے نے ملزم کو عدالت میں پیش کردیا جہاں سے اُسے جیل بھیج دیا گیا۔ 22/ مارچ 2005 کو عدالت میں چالان پیش کیا جائے گا۔

تفصیلات کے مطابق پاک فضائیہ کے سابق سربراہ ائیر مارشل (ر) کے بیٹے ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کرنل عامر چودھری نے پوسٹل کالج کے ساتھ ایک معاہدہ کررکھا تھا اس معاہدے کی یاد داشت پر پاکستان پوسٹ کے سربراہ میجر جنرل (ر) آغا مسعود الحسن اور پوسٹل فاؤنڈیشن کے مینجنگ ڈائریکٹر کے دستخط موجود ہیں۔ ملزم لیفٹیننٹ کرنل (ر) عامر چوہدری نے یہ معاہدہ کمپیوٹر ٹریننگ فراہم کرنے کی آڑ میں کررکھا تھا اور اندرونِ خانہ اعلیٰ حکام کی ملی بھگت سے غیر قانونی انٹرنیشنل ٹیلی فون گیٹ وے قائم کرکے ماہانہ کروڑوں روپے کمارہے تھے اور ڈی ایس ایل لائسنس پر غیر قانونی طور پر انٹرنیشنل کالز لے کر ڈبلیو ایل ایل کے ذریعے یہاں پاکستان میں کالز کو TRANSMIT کررہے تھے اور اس غیر قانونی بزنس سے پی ٹی سی ایل کو کروڑوں روپے کا نقصان ہوا ہے۔

تفصیلات کے مطابق ایسی غیر قانونی بزنس کے مرکزی کردار عامر چودھری نے لاہور اور کراچی میں بھی غیر قانونی انٹرنیشنل ٹیلیفون گیٹ وے قائم کر رکھے تھے۔ ایف آئی اے پی ٹی اے اور پی ٹی سی ایل کی مشترکہ ٹیم نے لاہور میں واقع جی پی او کمپاؤنڈ میں واقع پوسٹل لائف انشورنش کی بلڈنگ میں چھاپہ مار کر انٹرنیشنل ٹیلی فون گیٹ میں استعمال ہونے والے آلات برآمد کر لیے ہیں جبکہ کراچی میں بھی چھاپہ مارا گیا مگر چھاپے کے دوران تاحال کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی ہے۔

ذرائع نے خبریں کو بتایا ہے کہ ملزم نے تسلیم کیا ہے کہ اُس نے ستر ہزار منٹ ماہانہ غیر قانونی ٹریفک استعمال کی ہے۔ انٹرنیشنل ٹیلیفون گیٹ وے کے مرکزی کردار کرنل (ر) عامر چودھری اور ایم ڈی پوسٹل فاؤنڈیشن نے سریا چوک اسلام آباد میں واقع الائیڈ بینک کے اندر مشترکہ بینک اکاؤنٹ کھول رکھا تھا اور اس غیر قانونی بزنس سے حاصل کیے جانے والے کروڑوں روپے اسی مشترکہ اکاؤنٹ میں جمع کیے گئے۔ بغیر لائسنس کے غیر قانونی انٹرنیشنل ٹیلیفون گیٹ وے انٹرنیشنل لائسنس پر مشتمل تھا۔ اور اس گیٹ وے کے ذریعے پی ٹی سی ایل کو بائی پاس کر کے انٹرنیشنل ٹریفک منتقل کی جاتی تھی، ذمہ دار ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ اپنی نوعیت کا بہت بڑا اسکینڈل ہے۔

پی ٹی اے، ایف آئی اے اور پی ٹی سی ایل کی مشترکہ ٹیم نے جب پوسٹل کالج کے اندر چھاپہ مارا تو اُس پر غیر قانونی بزنس کے مرکزی کردار ملزم لیفٹیننٹ کرنل (ر) عامر چودھری نے مشترکہ ٹیم کے افسران اور اہل کاروں کو دھمکیاں دیں اور کہا کہ ڈائریکٹر جنرل ایف آئی اے اِن کے سسر ہیں مگر جب اس دوران ایف آئی اے کے افسران نے اِن سے باز پرس کی تو وہ خاموش ہو گیا اور فوراً گرفتار کر لیا گیا۔

لیفٹیننٹ کرنل (ر) عامر چودھری نے پوسٹل کالج اور پاکستان پوسٹ کی انتظامیہ کے ساتھ اسلام آباد کے علاوہ لاہور اور کراچی میں کمپیوٹر ٹریننگ دینے کی آڑ میں معاہدہ کر رکھا تھا اور کمپیوٹر ٹریننگ دینے کے بجائے اِن تینوں شہروں میں غیر قانونی انٹرنیشنل ٹیلی فون گیٹ وے قائم کر کے وہ کروڑوں روپے ماہانہ کما رہے تھے ۔مزید تفصیلات کے مطابق ڈائریکٹر ایف آئی اے راولپنڈی زون چودھری تصدق حسین کو درخواست دی گئی کہ پوسٹل سٹاف کالج اسلام آباد سے پی ٹی سی ایل کو بیس لاکھ روپے ماہانہ سے زائد نقصان ہو رہا ہے اور یہاں پر انٹرنیشنل ٹیلیفون کالوں کو لوکل کالوں پر ٹرانسفر کر دیا جاتا ہے جس پر ڈائریکٹر ایف آئی اے کی ہدایات کی روشنی میں ڈپٹی ڈائریکٹر ایف آئی اے جنید سلطان ،سب انسپکٹر سیّد کوثر علی شاہ ،سب انسپکٹر راجہ محمود اختر ،قاری ارشد اور کانسٹیبل پر مشتمل چھاپہ مار ٹیم نے پی ٹی سی ایل کے اعلیٰ افسران سجاد لطیف اعوان اور کرنل اورنگزیب کے ہمراہ پوسٹل سٹاف کالج اسلام آباد چھاپہ مار کر ۲۸ ٹیلولر سیٹ ،۵ کوئنٹم سوئچ، ۱۶ وائرلیس فون اور میڈیا گیٹ وے ایکسچینج کے علاوہ کمپیوٹر اور دیگر آلات برآمد کر لیے۔ اس تمام سیٹ اپ سے پی ٹی سی ایل کو ۲۰ لاکھ روپے سے زائد ماہانہ نقصان ہو رہا تھا اور یہ کاروبار کافی عرصہ سے جاری تھا جس کی پشت پناہی پوسٹل فاؤنڈیشن کالج اسلام آباد کا سٹاف کر رہا تھا جس سے متعلق تفتیش جاری ہے جبکہ گرفتار دونوں افراد کی رہائی کے لیے سفارشیوں کے ٹیلی فونوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔پی ٹی سی ایل کی پریس ریلیز کے مطابق سسٹم ۵۱۲ کے بی ایس بینڈ وتھ پر مشتمل تھا اور اسے مائیکرو نیٹ براڈ بینڈ (پرائیویٹ) لمیٹڈ سے حاصل کیا گیا تھا۔اس کے علاوہ ۲۸ ایکس سیکولر ٹیلی فون اور ٹیلی کارڈ کے ۱۲ ایکس وائرلیس فون بھی موجود تھے۔(روزنامہ خبریں لاہور ۱۰؍مارچ ۲۰۰۵ء)

گر شہادت ہو مطلوب تو......

﴿ محترمہ اُم عماد صاحبہ ﴾

صبر، برداشت، خلوص ومحبت، ایثار وقربانی اور جنون کا اگر دوسرا کوئی نام ہے تو وہ ''ماں'' ہے۔

گزشتہ دنوں ایک خاتون سے ملنے کا اتفاق ہوا، غائبانہ تعارف تو تھا ہی کہ وہ ایک شہید جوان کی ماں ہیں مگر اُن کے صبر وحوصلے اور ہمت کی باتیں سن سن کر اُن سے ملنے کا اشتیاق بڑھتا چلا گیا۔

جس وقت ہم اُن سے ملنے گئے وہ کہیں گئی ہوئی تھیں ہمیں چند منٹ انتظار کرنا پڑا، چند منٹ بعد وہ آ گئیں، معلوم ہوا بیٹے کی قبر پر گئی تھیں اور یہ روزانہ کا معمول ہے[1]

میں نے پوچھا کیسا محسوس کرتی ہیں۔ کہنے لگیں سکون واطمینان ملتا ہے (جو کہ اُن کے چہرے سے ظاہر تھا) اُنہیں دیکھ کر میں سوچ رہی تھی کہ واقعی اگر کسی شہید کی باحوصلہ ماں کا تصور قائم کریں تو یہی پیکر ڈھلے گا۔

ہم نے بلا تاخیر کیپٹن جواد چیمہ کے بارے میں بات چیت شروع کی۔ اُنکی والدہ نے بتلایا کہ وہ شروع سے منفرد تھا سب میں نمایاں سب سے جدا، ایسی پیاری باتیں اور ایسی حرکتیں جو چونکا دیتی تھیں۔

کھیل بھی ہتھیار کے اور کھیل ہی کھیل میں موت بھی ''شہادت'' کی، نرم دلی بھی اور جائز بات پر ڈٹ جانا بھی شروع سے اُس کی شخصیت میں شامل تھیں۔

ڈویژنل پبلک سکول ماڈل ٹاؤن سے میٹرک امتیازی نمبروں سے پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف۔ایس۔سی بھی نمایاں نمبروں سے پاس کیا اور بغیر کسی کو بتلائے P.M.A لانگ کورس کے لیے اپلائی کر دیا۔ گھر والوں کو اُس وقت معلوم ہوا جب میڈیکل کے (ISSB) ٹیسٹ کے لیے جا رہا تھا۔ شوق کا یہ عالم تھا کہ دونوں گھٹنے آپس میں ملتے تھے۔ ایک دیوان اُٹھوا کر برآمدے میں ڈلوالیا اور دونوں گھٹنوں کے درمیان ایک فٹ بال رکھ کر ملازم سے کہہ کر خود کو دیوان سے بندھوا لیتے تھے، کئی روز کی پریکٹس کے بعد یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا اور ۱۹۹۳ء میں P.M.A لانگ کورس میں شامل ہو گئے اور دورانِ ٹریننگ بھی پُرعزم اور چاق وچوبند کیڈٹ ثابت ہوئے۔

---

[1] مگر عورتوں کا قبرستان جانا منع ہے۔

مختلف شعبوں میں نمایاں کارکردگی کی بدولت کراس کنٹری اور باکسنگ میں گولڈ میڈل حاصل کیے۔

P.M.A میں جواد کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ وہ انفنٹری میں جائیں کیونکہ فوج کے ایک شعبے میں اُن کی پوسٹنگ ہو رہی تھی جہاں پر ترقی کے مواقع زیادہ تھے مگر رشوت اور دوسرے ناپسندیدہ کاموں کی وجہ سے وہاں کی بجائے انفنٹری کو ترجیح دی تاکہ اصل خواہش اور فوج میں جانے کا اُن کا عظیم مقصد شہادت اور کچھ کر کے دکھانے کا عزم پورا ہو۔

۱۴/ اپریل ۱۹۹۵ء کو جواد نے ۵۰ بلوچ رجمنٹ میں کمیشن حاصل کیا۔ ۲/ جنوری ۲۰۰۱ء کو یہ بہادر نوجوان سیاچن کے محاذ کے لیے والنٹیئر ہوئے اور انہیں ۲ سال کے لیے پاک فوج کی مایہ ناز پلٹن ''فاتح قیصرِ ہند'' ۴۱ بلوچ رجمنٹ میں بھیجا گیا جہاں شیوک کے محاذ پر اُنہیں بھیج دیا گیا۔ سیاچن پہنچ کر سب سے پہلی خبر اپنی خیریت کے ساتھ یہ دی کہ میں نے یہاں آتے ہی ایک شہید کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے

اُن کے کمانڈنگ آفیسر ۴۱ بلوچ رجمنٹ کے لیفٹیننٹ کرنل ظہور احمد کے مطابق ''کیپٹن محمد جواد اسلم چیمہ'' نے انتہائی جرأت مندی اور دلیری سے کئی کارہائے نمایاں انجام دیئے اور بہادری کی کئی مثالیں قائم کیں وہ اپنے اخلاق و کردار میں بھی اپنے قد کی طرح ہمیشہ نمایاں رہے۔

کیپٹن جواد نے اگلے محاذ کی ایک پوسٹ پر دن رات جوانوں کے ساتھ مل کر معمولی سی ایک پوسٹ کو قلعہ کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ اس کے علاوہ دشمن پر نظر رکھنے کی غرض سے اور اپنا دفاع مضبوط کرنے کے لیے بہت ہی اہم جگہ پر ایک سکرین بنائی جسے جواد سکرین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ دو اور موقعوں پر انہوں نے اپنی خدمات نہایت ہی خطرناک حساس اور زمہ دارانہ مقصد کے لیے بطورِ والنٹیئر پیش کیں۔

۷/ مارچ ۲۰۰۲ء کو کیپٹن جواد صبح ۴ بجے گیارہ بہادر نوجوانوں کی ٹولی لے کر ۱۸۵۰۰ فٹ بلند چوکی سے ۱۹۵۰۰ فٹ بلند برف پوش چوکی پر موجود اپنے ساتھیوں کی تبدیلی کے لیے نکلے۔ دُنیا کے سب سے مشکل محاذ پر موسموں سے نبرد آزما یہ مجاہد اپنی ٹولی سمیت اللہ کے مقرر کردہ موت کے وقت کے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ ابھی انہوں نے بمشکل ۴۵ منٹ کا سفر طے کیا ہوگا کہ اچانک بائیں جانب کی پہاڑی سے ہزاروں من وزنی برف نے اپنی جگہ چھوڑی اور ایک دیوہیکل برفانی تودے کی شکل میں آناً فاناً سب کو اپنے دامن میں سمیٹتی ہوئی سینکڑوں فٹ نیچے ہزاروں من وزن تلے ہمیشہ کی نیند سُلا دیا۔ وہ مقصد پورا ہوگیا جس کا ارمان لے کر یہ نوجوان نکلا تھا۔ بروقت

کوششوں سے ۴ نوجوانوں کو بچالیا گیا اور ایک شہید کو اُس وقت نکال لیا گیا۔ باقی سات شہداء کو نکالنے کی بہت کوشش کی گئی مگر کامیابی نہ ہوسکی۔

۴ ماہ بعد شہداء کو نکالنے کا کام دوبارہ شروع کیا گیا بالآخر ۲۱ر جولائی ۲۰۰۲ء کو کیپٹن جواد اسلم چیمہ کا جسدِ خاکی نظر آیا اور اُنہیں پورے فوجی اعزاز کے ساتھ لاہور لایا گیا۔

میں نے اُن کی والدہ سے پوچھا کہ آپ نے تو یہ چار ماہ بہت اذیت میں گزارے ہوں گے۔ فوری جواب آیا مجھے میرے اللہ نے بہت حوصلہ اور ہمت دے دی تھی۔ میں خود حیران ہوں کہ میرا اتنا پیارا بیٹا جسے مجھ سے اور مجھے اُس سے غیر معمولی تعلق تھا اُس کے لیے اللہ نے مجھے اتنا صبر اور حوصلہ بخش دیا۔ سبحان اللہ! موت شاندار، تو صبر و حوصلہ اُس کے شایانِ شان۔ جواد کی والدہ نے بتلایا کہ کارگل کے محاذ پر شہید ہونے والا ایک کیپٹن جس کا نام بھی اتفاق سے جواد ہی تھا وہ جواد چیمہ کا سکول و کلاس فیلو رہا۔ اس کی شہادت پر اس کے جنازے میں اپنی والدہ سے کہتے رہے۔ امی دیکھا آپ نے کس شان سے جارہا ہے، دعا کریں مجھے بھی شہادت کی موت آئے۔

آخری مرتبہ جانے سے پہلے (جواد چیمہ کی منگنی ہوچکی تھی) اپنی منگیتر کے والدین سے کہا میں کسی کی زندگی برباد کرنا نہیں چاہتا اگر واپس آگیا تب............

اور آخری خط جو لکھا وہ اُردو میں لکھا جس میں خاص طور پر یہ باتیں ہی لکھیں کہ میں یہ خط اُردو میں اس لیے لکھ رہا ہوں کہ امی بھی آسانی سے پڑھ سکیں۔ امی! میں جب سے یہاں آیا ہوں بہت بے قرار ہوں، میں نماز پڑھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں۔ میں یہ دُعا نہیں کرتا کہ میں واپس آجاؤں، بس مجھے ایسا لگتا ہے جیسے اللہ نے مجھ سے کوئی کام لینا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں اللہ مجھے سرخرو کرے۔ یہ آخری خط اُن کی میت کے ساتھ ہی دفن کیا گیا۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون.

حضرت فضالہ بن عبیدؓ نبی علیہ الصلٰوۃ والسلام سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس کا مفہوم ہے کہ ''ہر میت کی موت کے وقت اُس کے عمل کا سلسلہ بھی ختم کردیا جاتا ہے سوائے اُس شخص کے جو اللہ کے راستہ میں پہرہ دیتے ہوئے مارا جائے کیونکہ اس کے اس عمل کا اجر اُس کے لیے تاقیامت جاری رکھا جاتا ہے۔ (مشکٰوۃ شریف ج ۲ ص ۳۳۲)

کیپٹن جواد شہید کی والدہ آخر میں ہمیں جواد کے کمرے میں لے گئیں جو اُن کے والد نے اسی طرح

رکھوایا ہوا ہے۔ ہر چیز ویسی کی ویسی، اُن کے اعزازات، اُنہیں ملنے والی اسناد سرٹیفکیٹ شیلڈز اور بہت کچھ، مگر ایک جگہ ہم ٹھٹک گئے۔ میری چھوٹی بہن نے پوچھا اس تصویر میں جواد نے داڑھی رکھی ہوئی ہے تو کیا اس نے با قاعدہ داڑھی رکھ لی تھی؟ کہنے لگیں جی ہاں یہ اسی طرح اللہ کے پاس گیا ہے مسنون داڑھی سے سجے چہرے کے ساتھ اور مزید یہ بھی بتایا کہ ۴/ماہ بعد میت ملنے کے بعد بھی حیرت انگیز طور پر اس کا خون بھی نہیں جما تھا۔ سبحان اللہ! اللہ اکبر! دُعا ہے کہ جواد کی شہادت اور تمناء شہادت کو اللہ پاک شرفِ قبولیت بخشیں اور اُن کے والدین اور بھائی کے صبر و حوصلے پر انھیں اجرِ عظیم سے نوازیں، آمین۔

۞۞۞

بقیہ : مسئلہ توسل پر اعتراض

معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر حق لازم ہے اور وہ بحق فلاں کے یہی معنی لیتے ہیں۔ اس وجہ سے امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ نے اس لفظ سے منع فرمایا لیکن اس لفظ کے منع سے وسیلہ کی ممانعت سمجھنا کم علمی ہے۔ مولانا گنگوہیؒ فرماتے ہیں :

> ''معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک حق تعالیٰ پر حق لازم ہے اور وہ بحق فلاں کے یہی معنی مراد لیتے ہیں۔ اس واسطے معنی موہم اور مشابہہ معتزلہ کے ہوگئے تھے لہٰذا فقہاء نے اس لفظ کا بولنا منع کر دیا ہے تو بہتر ہے کہ ایسا لفظ نہ کہے جو رافضیوں کے ساتھ تشابہہ ہو جائے''۔ (فتاوٰی رشیدیہ ص ۹۴)

۞۞۞

دعائے صحت کی اپیل

جامعہ مدنیہ جدید کے مخلص بہی خواہ محترم ڈاکٹر عبدالجلیل صاحب گزشتہ ماہ کی ۲۹ر تاریخ کو ایک ناگہانی حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے، موصوف ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔ جامعہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں ڈاکٹر صاحب کے لیے دعاءِ صحت کرائی گئی۔ قارئین کرام سے بھی یہی درخواست ہے۔

دینی مسائل

﴿ مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان ﴾

وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت :

وطن دو قسم کا ہوتا ہے :

(۱) وطنِ اصلی :

یہ تین طرح سے ہوتا ہے :

(i) جائے وِلادت جبکہ آدمی وہاں رہتا بھی ہو۔

(ii) وہ جگہ جہاں آدمی نے سکونت اختیار کر لی ہو اور یہ ادارہ ہے کہ یہاں سے نہیں جائے گا۔

(iii) جہاں اُس کے اہل وعیال مستقل رہائش رکھتے ہوں۔

مسئلہ : اگر کسی شخص نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا اور کسی دوسرے شہر میں اپنا گھر بنالیا اور بیوی بچوں سمیت وہاں رہنے لگا اور پہلے شہر اور پہلے گھر سے کچھ مطلب نہیں رہا تو اب دوسرا شہر اس کا وطنِ اصلی بن گیا اور پہلا شہر اور پردیس برابر ہو گئے اس لیے اگر پہلے شہر میں جائے گا تو مسافر ہو گا۔

مسئلہ : اگر وطنِ اصلی سے اپنے اہلِ وعیال اور سامان سمیت کسی دوسرے شہر کو چلا گیا اور اس کو وطن بنالیا لیکن پہلے شہر میں اس کا گھر اور زمینیں باقی ہیں تو وہ وطن باقی نہیں رہے گا اس لیے کہ اعتبار اہل کا ہے نہ کہ جائیداد کا۔

مسئلہ : ایک شخص لاہور کا رہنے والا ہے۔ لاہور میں اس کے اہل وعیال ہیں۔ اس نے ملتان میں بھی ایک عورت سے نکاح کر لیا اور اُس کو ملتان میں رکھا تو یہ شخص جب بھی ملتان جائے گا تو خواہ وہاں ایک دو دن ہی رہے، پوری نماز پڑھے گا کیونکہ اس وقت ملتان اس کا وطن تاہل ہے یعنی اس کے اہل کا وطن ہے۔

مسئلہ : نکاح کے بعد اگر عورت اپنے اصلی وطن اور شہر کو چھوڑ کر مستقل طور پر سسرال میں رہنے لگی مثلاً ملتان کی عورت کا نکاح لاہور کے رہنے والے سے ہوا، اور نکاح کے بعد وہ شوہر کے ساتھ مستقل لاہور میں رہنے لگی تو اب اُس کا اصلی وطن لاہور بن گیا، ملتان نہیں رہا۔

مسئلہ : کوئی شخص جب بھی اپنے وطنِ اصلی میں آئے مقیم شمار ہوگا اگرچہ ایک ہی نماز کے وقت تک ٹھہرے، مثلاً لاہور کا باشندہ ملتان گیا، ملتان سے اُس کا ارادہ براستہ لاہور راولپنڈی جانے کا ہوا۔ لاہور میں اُس نے بس کے اڈے پر یا اسٹیشن پر یا ہوائی اڈے پر ظہر کی نماز پڑھی تو وہ پوری پڑھے گا۔

(۲) وطنِ اقامت :

یہ وہ شہر یا بستی ہے جہاں مسافر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔

مسئلہ : ایک وطنِ اقامت کو چھوڑ کر کسی اور جگہ کو وطنِ اقامت بنالیا یعنی وہاں پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلی تو پہلا وطنِ اقامت ختم ہو گیا خواہ اِن دو جگہوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔ اب جب دوبارہ پہلی جگہ شرعی مسافر ہو کر آئے گا تو قصر نماز پڑھے گا۔

مسئلہ : وطنِ اقامت کو مستقل چھوڑ کر اپنے شہر وطنِ اصلی میں آجائے تو وطنِ اقامت باطل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ : اگر وطنِ اقامت میں مرد کا قیام مع اہل وعیال کے ہے پھر صرف مرد کو سفر کی ضرورت پیش آ گئی تو اُس کے 48 میل یا زائد سفر سے اُس کا وطنِ اقامت باطل نہیں ہوگا۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص وطنِ اقامت میں اپنی رہائش کے لیے کمرہ یا مکان لے لے جس میں وہ اپنا سامان رکھے پھر کبھی سامان وغیرہ کو تالا لگا کر سفر شرعی پر نکل جائے خواہ اپنے وطنِ اصلی چلا جائے یا کسی اور شہر میں چلا جائے لیکن اُس کی نیت اپنے اس وطنِ اقامت میں واپس آنے کی ہے مثلاً کوئی ملتان کا رہنے والا لاہور آکر ملازمت کرے اور لاہور میں ایک مرتبہ واقعی پندرہ دن یا زائد رہنے کی نیت کرے تو لاہور اُس کا وطنِ اقامت بن گیا۔ اُس نے لاہور میں ایک کمرہ رہائش کے لیے کرایہ پر لیا یا اُس کو وہ ادارے کی طرف سے مل گیا وہاں اُس نے اپنا سامان رکھا اور رہنے لگا۔ اب وہ ہفتہ دس دن بعد یا زیادہ مدت بعد کمرے کو تالا لگا کر اپنے شہر ملتان جائے یا کسی کام سے کسی دوسرے شہر مثلاً راولپنڈی جائے تو اِس سفر سے یا وطنِ اصلی جانے سے اس کا وطنِ اقامت باطل نہیں ہوگا۔ واپس آکر پوری نماز پڑھے گا خواہ لاہور واپس پہنچنے کے بعد اُس کا پندرہ دن سے پہلے دوسرے سفر کا پروگرام ہو۔

مسئلہ : اگر کوئی جگہ مرد کے لیے وطنِ اقامت نہ ہو بلکہ صرف بیوی کا وطنِ اقامت ہو کہ وہ اپنی ضرورت سے مثلاً بیس دن کو گئی وہاں مرد مسافر ہو کر جائے گا تو بیوی کے قیام سے مقیم نہ ہوگا۔

تابع ومتبوع کی نیت کے مسائل :

جو شخص کسی کا تابع ہو اور اُس کی فرمانبرداری اُس پر لازم ہو مثلاً عورت اپنے شوہر کے ساتھ، نوکر اپنے آقا کے ساتھ، سپاہی اپنے امیر کے ساتھ اور قیدی اپنے قید کرنے والے کے ساتھ، تو تابع اپنے متبوع کی نیتِ اقامت سے مقیم ہوگا اور اُسی کے سفر کی نیت پر نکلنے سے مسافر ہوگا۔ لہٰذا تابع کو اپنے متبوع کی نیت کا جاننا ضروری ہے۔ اول تو اُس سے پوچھ لینا چاہیے اور جو وہ بتائے اُس کے مطابق عمل کرے اور اگر متبوع کچھ نہ بتائے تو قرائن سے اندازہ کر کے اپنے غالب گمان پر عمل کرے۔

مسئلہ : بالغ بیٹا اگر باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو وہ باپ کے تابع ہے اور اُس کی اپنی نیت کا اعتبار نہیں۔

مسئلہ : قیدی کی اپنی نیت کا اعتبار نہیں بلکہ وہ قید کرنے والے کے تابع ہے۔

مسئلہ : جس شاگرد کا کھانا پینا اُستاد کے ذمہ ہو وہ اُستاد کے تابع ہے۔

مسئلہ : جو نوکر ماہانہ یا سالانہ اُجرت پاتا ہو وہ اپنے آقا کے تابع ہے اور جو یومیہ اُجرت لیتا ہو تو چونکہ شام کے وقت وہ اجارہ فسخ کر سکتا ہے اس لیے وہ آقا کے تابع نہ ہوگا۔

مسئلہ : جس عورت کو مہرِ معجّل یعنی نقد مہر کی ادائیگی نہ کی گئی ہو وہ شوہر کے تابع نہیں۔ ہاں ادائیگی کے بعد تابع ہوگی۔ مہرِ مؤجّل والی عورت ہر حال میں اپنے خاوند کے تابع ہے۔

مسافرت میں عورتوں کے مخصوص مسائل :

مسئلہ : اگر عورت چار منزل جانے کی نیت سے چلی لیکن پہلی دو منزلیں حیض کی حالت میں گزریں تب بھی وہ مسافر نہیں ہے، اب نہا دھو کر پوری چار رکعتیں پڑھے۔ البتہ حیض سے پاک ہونے کے بعد وہ جگہ اگر تین منزل ہو یا چلتے وقت پاک تھی راستہ میں حیض آ گیا تو وہ البتہ مسافر ہے، حیض سے پاک ہو کر نماز مسافروں کی طرح پڑھے۔

مسئلہ : کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ ہے، راستہ میں جتنا وہ ٹھہرے گا اُتنا ہی یہ ٹھہرے گی اس کے بغیر زیادہ نہیں ٹھہر سکتی تو ایسی حالت میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہے۔ اگر شوہر کا ارادہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ہے تو عورت بھی مسافر نہیں رہی چاہے ٹھہرنے کی نیت کرے یا نہ کرے۔ اور اگر شوہر کا ارادہ کم ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مسافر ہے۔ (باقی صفحہ ۶۲)

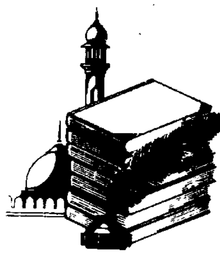

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : اسلامی آدابِ زندگی

تالیف : محمد منصور الزماں صدیقی

صفحات : ۹۳۸

سائز : ۲۰×۲۶/۸

ناشر : القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہؓ، خالق آباد، نوشہرہ

قیمت : درج نہیں

محترم جناب منصور الزماں صاحب صدیقی بانی وامیر ''صدیقی ٹرسٹ'' ایک فعال بزرگ ہیں، عرصۂ دراز سے اپنے ادارہ سے اُمتِ مسلمہ کو اصلاحی اور تعمیری لٹریچر فراہم کر رہے ہیں۔ آپ نے جہاں دیگر بہت سے علماء کے قیمتی مضامین شائع کیے ہیں، وہیں خود بھی بہت سے متنوع الاقسام مضامین لکھ کر شائع فرمائے ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب ''اسلامی آداب'' میں آپ کے اُنہی مختلف الاقسام مضامین کو یکجا کر کے شائع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو تیرہ ابواب میں تقسیم کر کے اُن کے تحت قرآنی تعلیمات، احادیث نبوی، عبادات، معاملات، فضائلِ اعمال، اخلاق وخصائل، محبت واطاعتِ رسول اللہ ﷺ، محرّمات سے اجتناب، منہیات کی نشاندہی، فرق باطلہ کا تعاقب، ردِّ بدعات، دعوتِ سنت، اتحادِ اُمت، خدمتِ انسانیت اور ان جیسے دیگر عنوانات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں مؤلف سے اختلاف کیا جاسکتا ہے، تاہم مجموعی طور پر کتاب ایک عمدہ کاوش ہے اور عوام الناس کے لیے مفید ہے۔

نام کتاب : تذکرۃ المفسرین
تصنیف : حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ
صفحات : ۳۹۲
سائز : ۲۳x۳۶/۱۶
ناشر : دارالارشاد، اٹک شہر
قیمت : =/۲۲۰

حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی رحمہ اللہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ فاضل دیو بند ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز بھی ہیں۔ علومِ قرآن سے آپ کو خاص شغف ہے، اس سلسلہ میں آپ نے بہت سی کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ اُنہی میں سے ایک کتاب ''تذکرۃ المفسرین'' بھی ہے۔ اس کتاب میں آپ نے قرنِ اول سے لے کر چودھویں صدی تک کے چیدہ چیدہ ۶۲۶ مفسرین کا بلا اختلافِ مسلک ومشرب تذکرہ کیا ہے، اُردو اَدب میں اس سلسلہ کی یہ پہلی کاوِش کہی جاسکتی ہے جو قابلِ ذکر ہونے کے ساتھ ساتھ قابلِ قدر بھی ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے چودھویں صدی کے مفسرین میں کچھ ایسے لوگوں کا تذکرہ بھی کیا ہے جن کو ترک کر دینا مناسب تھا، کیونکہ اُن کی تفسیر تفسیر کہلانے کے بجائے تحریف کہلانے کی مستحق ہے اور بہت سے نامور مفسرین کا تذکرہ رہ گیا ہے جن کا ذکر ضروری تھا مثلاً ''معارف القرآن'' کے مصنف حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، ''بیان السبحان'' کے مصنف حضرت مولانا عبدالدائم جلالی رحمۃ اللہ علیہ، ''تذکیر بسورۃ الکہف'' کے مصنف حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، ''حلُ القرآن'' کے مصنف حضرت مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ، ''انوار البیان'' کے مصنف حضرت مولانا عاشق الٰہی مدنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وغیر۔ کتاب میں بعض ناموں پر '' رح '' کی علامت مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ اکثر مقامات پر کتابت کی اغلاط بھی ہیں جن کی تصحیح اشد ضروری ہے۔ بایں ہمہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے ایک اچھی کاوِش ہے اور علومِ قرآن سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے ایک عمدہ تحفہ ہے۔

نام کتاب : اَرمغانِ حج

تالیف : ڈاکٹر محمد اکرم ندوی

صفحات : ۲۵۶

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : انجمن خدام الاسلام حنفیہ قادریہ لاہور

قیمت : درج نہیں

زیرِ تبصرہ کتاب ڈاکٹر محمد اکرم ندوی زید مجدھم کے سفرِ حج کی رُوداد ہے۔اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے سفرِ حج کی تفصیلات اور اِس دوران جن اکابر علماء ومحدثین سے آپ کی ملاقات ہوئی اُن کا تفصیلی تذکرہ وتعارف درج فرمایا ہے۔ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب عوام الناس کے ساتھ ساتھ علماء وطلباء کے لیے بھی نہایت کارآمد ومفید ہے کہ اس سے گھر بیٹھے قیمتی معلومات حاصل ہوجاتی ہیں۔

نام کتاب : صدائے محراب (جِلد دوم)

تالیف : صاحبزادہ طارق محمود

صفحات : ۴۶۴

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : مکتبہ ختم نبوت، یوسف مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

قیمت : =/۲۱۰

پیش نظر کتاب ''صدائے محراب'' صاحبزادہ مولانا طارق محمود صاحب کے خطباتِ جمعہ پر مشتمل کتاب ہے، مولانا کے خطبات کی ایک جِلد پہلے بھی شائع ہوچکی ہے، یہ دوسری جِلد ہے۔اس جِلد میں مولانا کے مختلف موضوعات پر دیئے گئے ۳۵ خطبات شاملِ اشاعت ہیں۔مولانا کے خطبات دیگر خطبات کے مقابلہ میں رطب ویابس سے پاک اور سہل وآسان ہیں۔خطباء حضرات اس سے فائدہ اُٹھائیں۔

نام کتاب : ذوقِ خطابت

تالیف : مولانا محمد عمیر شاہین

صفحات : ۱۰۴

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : مکتبہ ختم نبوت، یوسف مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

قیمت : ۶۰/=

''ذوقِ خطابت'' میں حضور اکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ سے متعلق مختلف عنوانات پر مشتمل دس تقریروں کو جمع کیا گیا ہے، جا بجا مختلف شعراء کرام کا کلام دیا گیا ہے، کتاب کے شروع میں اکابر علماء کے تأثرات درج کیے گئے ہیں۔ خطابت کا ذوق رکھنے والے حضرات اِس سے فائدہ اُٹھائیں۔

نام کتاب : مکتوباتِ افغانیؒ

ترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات : ۲۰۲

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہؓ، خالق آباد، نوشہرہ

قیمت : درج نہیں

پیشِ نظر کتاب میں حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً ۱۲۶ قیمتی مکاتیب کو جمع کیا گیا ہے جن میں تصوف وسلوک، شریعت وطریقت، اصلاح ظاہر وباطن، شیخ سے استفادہ واِفادہ اور علماء دیو بند کے مسلکِ اعتدال کی تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔ حضرت افغانیؒ کے یہ تمام خطوط حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی کے نام ہیں جنہیں مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے سلیقہ کے ساتھ ترتیب دے کر شائع کیا ہے۔

نام کتاب : اماں جی

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات : ۱۳۲

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہؓ، خالق آباد، نوشہرہ

قیمت : درج نہیں

زیرِ تبصرہ کتاب میں مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زید مجدھم نے اپنی والدہ محترمہ کے ایمان افروز حالات ذکر فرمائے ہیں جو سبق آموز بھی ہیں اور عبرت انگیز بھی۔ مولانا نے شروع کتاب میں والدین کے حقوق سے متعلق آیات واحادیث بھی ذکر فرمائی ہیں جن سے والدین کے حقوق کے ساتھ ساتھ اُن کے مرتبہ ومقام کا بھی پتہ چلتا ہے۔

❁❁❁

بقیہ : دینی مسائل

مسئلہ : بیاہ کے بعد اگر عورت مستقل طور پر سسرال رہنے لگی تو اُس کا اصلی گھر سسرال ہے تو اگر ۴۸ میل چل کر میکے گئی اور پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی۔ مسافرت کے قاعدے سے نماز روزہ ادا کرے اور اگر سسرال میں مستقل رہنے کا ارادہ نہیں تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہی اب بھی اصلی رہے گا۔

مسئلہ : اگر کسی عورت کو ۴۸ میل جانا ہو تو جب تک مردوں میں سے کوئی اپنا محرم یا شوہر ساتھ نہ ہو تو اُس وقت تک سفر کرنا درست نہیں ہے۔ نامحرم کے ساتھ سفر کرنا بڑا گناہ ہے اور اگر ایک منزل یا دو منزل (یعنی ۱۶ یا ۳۲ میل) جانا ہو تب بھی نامحرم کے ساتھ جانا بہتر نہیں۔

مسئلہ : جس محرم کو خدا اور رسول کا ڈر نہ ہو اور شریعت کی پابندی نہ کرتا ہو، ایسے محرم کے ساتھ بھی سفر کرنا درست نہیں ہے۔

❁❁❁

اخبارالجامعہ

جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

۵؍مارچ کو مولانا مفتی وقاص صاحب ممبر قومی اسمبلی بنگلہ دیش و جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام بنگلہ دیش دن کے دس بجے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور طلبا سے خطاب فرمایا۔

۶؍مارچ کو حضرت مولانا سید محمود اَسعد صاحب مدنی اور حضرت مولانا مفتی سیّد سلمان صاحب منصور پوری مدظلہم صبح ساڑھے سات بجے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔ حضرت مولانا سید سلمان صاحب مدظلہ نے طلباء سے خطاب فرمایا اور مولانا محمود اسعد صاحب مدنی مدظلہ نے دُعا کروائی۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد بہاولپور شیخ الاسلام سیمنار میں شرکت کے لیے ائیر پورٹ تشریف لے گئے۔

۶؍مارچ کو حضرت مہتمم صاحب ''اقرأ مدینۃ الاطفال'' کی تقسیم انعامات کی سالانہ تقریب میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔

۹؍مارچ کو بہاولپور شیخ الاسلام سیمنار سے واپسی پر حضرت مولانا مفتی سیّد سلمان صاحب منصور پوری مدظلہم نے ناشتہ حضرت مہتمم صاحب کے گھر پر کیا اور ظہر کے بعد واپس انڈیا تشریف لے گئے۔

۲۰؍مارچ کو حضرت مہتمم صاحب ''صفہ ٹرسٹ'' کی تقسیم انعامات کی سالانہ تقریب میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے اور حاضرین سے قرآن کے فضائل پر بیان فرمایا۔

۲۲؍مارچ کو دوپہر کے وقت تعمیراتی ماہر جناب خرم کرامت صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور مسجد حامد اور جامعہ مدنیہ جدید کی تعمیرات سے متعلق احوال پر گفتگو فرمائی۔

❁❁❁

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ جدید ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کی سہ پہر کو بمقام 537-A فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (ادارہ)

❁❁❁

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔

الحمد للہ حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد مدنی دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ۷؍ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ/ ۱۱؍ جون ۲۰۰۰ء کو اپنے دستِ مبارک سے ''مسجد حامد'' اور ''جامعہ مدنیہ جدید'' کا سنگِ بنیاد رکھ کر اِس کی باقاعدہ تعمیر کا آغاز کر دیا ہے۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔

اس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز واقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر پانچ ہزار روپے لاگت آئے گی حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اراکین اور خدام جامعہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے لیے

1۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

2۔ سیّد محمود میاں جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 092 - 7703662 - 42 - 092

موبائل نمبر 4249301 - 0333

اکاؤنٹ نمبر جامعہ مدنیہ جدید (7915-0) مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ لاہور

اکاؤنٹ نمبر مسجد حامد (1046-1) مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ لاہور